قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ

کہا　میں نے　تجھ کو　نہ کہا تھا　کہ تو نہ　ٹھہر سکے گا　میرے ساتھ ف۱　بولا

اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ

اگر　تجھ سے پوچھوں　کوئی چیز　اس کے بعد تو　مجھ کو ساتھ نہ رکھیو　تو اتار چکا　میری

لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا

طرف سے الزام ف۲　پھر دونوں چلے یہاں تک کہ　جب پہنچے ایک گاؤں کے لوگوں تک　کھانا چاہا وہاں کے لوگوں سے

فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ

انہوں نے نہ مانا　کہ　ان کو مہمان رکھیں پھر پائی　وہاں ایک دیوار　جو گرا چاہتی تھی　اس کو سیدھا کر دیا ف۳

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ

بولا موسیٰ اگر تو چاہتا　تو لے لیتا　اس پر مزدوری ف۴　کہا　اب جدائی ہے　میرے اور تیرے بیچ

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ

اب جتلائے دیتا ہوں تجھ کو پھیر　ان باتوں کا　جس پر تو صبر نہ کر سکا ف۵　وہ جو　کشتی تھی　سو چند محتاجوں

لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ

کی جو محنت　کرتے تھے دریا میں ف۶　سو میں نے چاہا　کہ اس میں عیب ڈال دوں اور ان کے پرے تھا

يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ

ایک بادشاہ جو لے لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر ف۷　اور وہ جو　لڑکا تھا　سو اس کے ماں باپ تھے ایمان والے

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا

پھر ہم کو اندیشہ ہوا　کہ ان کو عاجز کر دے زبردستی　اور کفر کر کر ف۸　پھر ہم نے چاہا کہ بدلہ دے اُن کو ان کا رب

خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ

بہتر اس سے　پاکیزگی میں　اور نزدیک تر شفقت میں ف۹　اور وہ جو دیوار تھی　سو دو یتیم لڑکوں کی تھی

يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا

اس　شہر میں　اور اس کے نیچے مال　گڑا　تھا ان کا　اور ان کا　باپ تھا　نیک

ف۱ کیونکہ ایسے حالات و واقعات دیکھنے میں آئیں گے جن پر تم خاموشی کے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ آخر وہ ہی ہوا　ف۲ حضرت موسیٰ کو اندازہ ہو گیا کہ خضرؑ کے تحیر خیز حالات و واقعات کا چپ چاپ مشاہدہ کرتے رہنا بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس لئے آخری بات کہہ دی کہ اس مرتبہ اگر سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں ایسا کرنے میں آپ معذور ہونگے اور میری طرف سے کوئی الزام آپ پر عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تین مرتبہ موقع دیکر آپ حجت تمام کر چکے۔　ف۳ یعنی ایک بستی میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے ملے اور چاہا کہ بستی والے مہمان سمجھ کر کھانا کھلائیں۔ مگر یہ سعادت انکی قسمت میں نہ تھی انہوں نے موسیٰ و خضر جیسے مقربین کی مہمانی سے انکار کر دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر چاہئے تھا کہ ایسے تنگ دل اور بے مروت لوگوں پر غصہ آتا، مگر حضرت خضرؑ نے غصہ کی بجائے ان پر احسان کیا۔ بستی میں ایک بڑی بھاری دیوار جھکی ہوئی تھی قریب تھا کہ زمین پر آ رہے، لوگ اسکے نیچے گزرتے ہوئے خوف کھاتے تھے، حضرت خضرؑ نے ہاتھ لگا کر سیدھی کر دی اور منہدم ہونے سے بچالیا۔ (تنبیہ) حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةٍ میں "اہل" کا لفظ شاید اس لئے لائے کہ بستی میں ان کا آنا محض مرور و عبور کے طور پر نہ تھا، نہ یہ صورت تھی کہ باشندگان شہر سے علیحدہ کسی سرائے وغیرہ میں جا اترے ہوں، بلکہ قصد کر کے شہر والوں سے ملے اور "اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا" میں دوبارہ لفظ "اہل" کی تصریح انکی مزید تقبیح کے لئے ہے یعنی جن سے مہمانی چاہی تھی وہ اہل قریہ تھے کوئی پردیسی مسافر نہ تھے جو یہ عذر کر سکیں کہ ہمارا گھر یہاں نہیں، مہمانداری کیسے کریں۔

ف۴ یعنی بستی والوں نے مسافر کا حق نہ سمجھا کہ مہمانی کریں انکی دیوار مفت بنا دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر کچھ معاوضہ لیکر دیوار سیدھی کرتے تو ہمارا کھانے پینے کا کام چلتا اور ان تنگ دل بخیلوں کو ایک طرح کی تنبیہ ہو جاتی، شاید اپنی بد اخلاقی اور بے مروتی پر شرماتے۔

ف۵ یعنی حسب وعدہ اب مجھ سے علیحدہ ہو جائیے، آپ کا نباہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن جدا ہونے سے پہلے چاہتا ہوں کہ ان واقعات کے پوشیدہ اسرار کھول دوں۔ جن کے چکر میں پڑ کر آپ صبر و ضبط کی شان قائم نہ رکھ سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس مرتبہ موسیٰ نے جان کر پوچھا رخصت ہونے کو۔ سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں۔ حضرت موسیٰ کا علم وہ تھا جس کی خلقت پیروی کرے تو انکا بھلا ہو۔ حضرت خضر کا علم وہ تھا کہ دوسروں سے اسکی پیروی بن نہ آوے"

ف۶ یعنی دریا میں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے تھے۔

ف۷ یعنی جدہر کشتی جانے والی تھی اس طرف ایک ظالم بادشاہ جو اچھی کشتی دیکھتا چھین لیتا، یا بیگار میں پکڑ لیتا تھا میں نے چاہا کہ عیب دار کر دوں، تا اس ظالم کی دستبرد سے محفوظ رہے اور ٹوٹی ہوئی خراب کشتی سمجھ کر کوئی تعرض نہ کرے۔ بعض آثار میں ہے کہ خطرہ کے مقام سے آگے نکل کر پھر حضرت خضرؑ نے کشتی اپنے ہاتھ سے درست کر دی۔

ف۸ گو اصل فطرۃ سے ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے مگر آگے چل کر خارجی اثرات سے بچپن ہی میں بعض کی بنیاد بری پڑ جاتی ہے جس کا پورا یقینی علم تو خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے تاہم کچھ آثار اہل بصیرت کو بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لڑکے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو آگاہ فرما دیا کہ اسکی بنیاد بری پڑی تھی۔ بڑا ہوتا تو موذی اور بد راہ ہوتا اور ماں باپ کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبتا۔ وہ اسکی محبت میں کافر بن جاتے، اس طرح لڑکے کا مارا جانا والدین کے حق میں رحمت اور انکی حفاظت کا ذریعہ بن گیا۔ خدا کو منظور تھا کہ اسکے ماں باپ ایمان پر قائم رہیں، حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ آنیوالی رکاوٹ ان کی راہ سے دور کر دی جائے۔ خضر کو حکم دیا کہ لڑکے کو قتل کر دو۔ انہوں نے خدا کی وحی پا کر امتثال امر کیا اب یہ سوال کرنا کہ لڑکے کو پیدا ہی نہ کرتے یا کرتے تو اس کو اس قدر شریر نہ ہونے دیتے یا جہاں لاکھوں کافر دنیا میں موجود ہیں اسکے والدین کو بھی کافر بن جانے دیتے یا جن بچوں کی بنیاد ایسی پڑے کم از کم پیغمبروں کو ان سب کی فہرست دیکر قتل کرا دیا کرتے۔ ان باتوں کا اجمالی جواب تو یہ ہے "لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ" (انبیاء رکوع ۲) اور تفصیلی جواب کے لئے مسئلہ "خلق خیر و شر" پر مبسوط کلام کرنے کی ضرورت ہے جو ان مختصر فوائد میں سما نہیں سکتا۔ ہاں اتنا یاد رہے کہ دنیا میں ہر شخص سے جو اللہ کو "خالق الکل" اور "علیم" و "حکیم" مانتا ہو۔ تکوینیات کے متعلق اسی قسم کے ہزاروں سوالات کئے جا سکتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس بجز اعتراف عجز و قصور کے کچھ نہیں۔ یہاں خضر کے ذریعہ سے اسی کا ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح تکوینیہ کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ کبھی صورت واقعہ بظاہر دیکھنے میں خراب اور قبیح یا بے موقع معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جسے واقعہ کی اندرونی گہرائیوں کا علم ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ خضر نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا، حالانکہ انہوں نے احسان کیا تھا کہ بلا اجرت دونوں کو سوار کر لیا۔ ایک کھیلتے ہوئے بچہ کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح حرکت نظر آتی تھی۔ دیوار سیدھی کر کے اس بستی والوں پر احسان کیا جو نہایت بے مروتی سے پیش آئے تھے۔ اگر خود خضر علیہ السلام آخر میں اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا آج تک ورطۂ حیرت میں پڑی رہتی، یا خضر کو ہدف طعن و تشنیع بنائے رکھتی۔ (العیاذ باللہ) ان ہی مثالوں سے حق تعالیٰ کے افعال اور ان کی حکمتوں کا اندازہ کر لو۔

ف۹ یعنی لڑکے کے مارے جانے سے اسکے والدین کا ایمان محفوظ ہو گیا اور جو صدمہ ان کو پہنچا، حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسکی تلافی ایسی اولاد سے کر دے جو اخلاقی پاکیزگی میں مقتول لڑکے سے بہتر ہو، ماں باپ اس پر شفقت کریں۔ وہ ماں باپ کے ساتھ محبت و تعظیم اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ کہتے ہیں اسکے بعد خدا تعالیٰ نے نیک لڑکی دی جو ایک نبی سے منسوب ہوئی اور ایک نبی اس سے پیدا ہوئے جس سے ایک امت چلی۔

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ

پھر چاہا تیرے رب نے کہ وہ پہنچ جائیں اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا مال گڑا ہوا ف۱ مہربانی سے تیرے رب کی اور

مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝٨٢ ع وَ

میں نے یہ نہیں کیا اپنے حکم سے ف۲ یہ ہے پھیر ان چیزوں کا جن پر تو صبر نہ کر سکا اور

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝٨٣ ۭ اِنَّا

تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کو کہ اب پڑھتا ہوں تمہارے آگے اس کا کچھ احوال ہم نے

مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝٨٤ ۙ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝٨٥

اس کو جمایا تھا ملک میں اور دیا تھا ہم نے اس کو ہر چیز کا سامان ف۳ پھر پیچھے پڑا ایک سامان کے ف۴

حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ

یہاں تک کہ جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا کہ وہ ڈوبتا ہے ایک دلدل کی ندی میں ف۵ اور پایا

عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ

اس کے پاس لوگوں کو ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا تو تو لوگوں کو تکلیف دے اور یا رکھ ان میں

حُسْنًا ۝٨٦ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ

خوبی ف۶ بولا جو کوئی ہوگا بے انصاف سو ہم اس کو سزا دیں گے پھر لوٹ جائے گا اپنے رب کے پاس وہ عذاب دیگا

عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨٧ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَۨ الْحُسْنٰى ۚ وَ

اس کو برا عذاب اور جو کوئی یقین لایا اور کیا اس نے بھلا کام سو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور

سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝٨٨ ۭ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝٨٩ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ

ہم حکم دیں گے اس کو اپنے کام میں آسانی ف۷ پھر لگا ایک سامان کے پیچھے ف۸ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج نکلنے

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰي قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝٩٠ ۙ

کی جگہ پایا اس کو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر کہ نہیں بنا دیا ہم نے ان کے لئے آفتاب سے ورے کوئی حجاب ف۹

كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝٩١ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝٩٢ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ

یونہی ہے اور ہمارے قابو میں آچکی ہے اس کے پاس کی خبر ف۱۰ پھر لگا ایک سامان کے پیچھے ف۱۱ یہاں تک کہ جب پہنچا

ف۱ یعنی اگر دیوار گر پڑتی تو یتیم بچوں کا جو مال وہاں گڑا ہوا تھا ظاہر ہو جاتا اور بدنیت لوگ اٹھا لیتے۔ بچوں کا باپ مرد صالح تھا اسکی نیکی کی رعایت سے حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے میں نے اس کے حکم سے دیوار سیدھی کردی کہ بچے جوان ہو کر باپ کا خزانہ پاسکیں کہتے ہیں اس خزانہ میں دوسرے اموال کے علاوہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر "محمد رسول اللہ" صلعم لکھا ہوا تھا۔

ف۲ یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضروری ہوا اس پر مزدوری لینا مقربین کا کام نہیں (تنبیہ) اس قصہ کے شروع میں حضرت خضر کی نبوت و ولایت کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اس کو بیک نظر پھر مطالعہ کرلیا جائے۔ آگے ذوالقرنین کا قصہ آتا ہے۔ یہ بھی ان تین چیزوں میں سے تھا جن کی نسبت یہود کے مشورہ سے قریش نے سوالات کئے تھے "روح" کے متعلق جواب سورۂ "بنی اسرائیل" میں گذر چکا۔ اصحاب کہف کا قصہ اسی سورت "کہف" میں آچکا۔ تیسری چیز آگے مذکور ہے

ف۳ اس بادشاہ کو "ذوالقرنین" اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے دونوں کناروں (مشرق و مغرب) پر پھر گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اسکندر رومی کا ہے اور بعض کے نزدیک کوئی مقبول خدا پرست اور دیندار بادشاہ اس سے پہلے گزرا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں متعدد وجوہ و دلائل سے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ مجموعۂ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا اور ان کی دعا کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عادت سامان و وسائل عطا فرمائے تھے۔ جن کے ذریعہ سے اسکو مشرق و مغرب کے سفر اور محیر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔ حضرت خضر اسکے وزیر تھے، شاید اسی لئے قرآن نے خضر کے قصہ کے ساتھ اس کا قصہ بیان فرمایا۔ قدیم شعرائے عرب نے اپنے اشعار میں "ذوالقرنین" کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے اور اس کے عرب ہونے پر فخر کرتے رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر عرب بادشاہ ہے۔ شاید اسکندر کو بھی اسی کی ایک گونہ مشابہت سے ذوالقرنین کہنے لگے ہوں۔ حال میں یورپ کے ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم سامی عربوں کی متعدد عظیم الشان سلطنتوں کا سراغ لگایا ہے جن کا تاریخی اوراق میں کوئی مفصل تذکرہ موجود نہیں، بلکہ بعض ممتاز و مشہور سلاطین کا نام تک کتب تاریخ میں نہیں ملتا۔ مثلاً بادشاہ "حمورابی" جو غالباً حضرت ابراہیم کے عہد میں ہوا ہے اور جس کو کہا گیا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا مقنن تھا۔ اسکے قوانین منارۂ بابل پر کندہ ملے ہیں جن کا ترجمہ انگریزی میں شائع ہو گیا ہے۔ پرانے کتبات سے اسکی عجیب و غریب عظمت ثابت ہوتی ہے۔ بہرحال "ذوالقرنین" ان ہی میں کا کوئی بادشاہ ہوگا۔

ف۴ یعنی سرانجام کرنے لگا ایک سفر کا۔

ف۵ یعنی یوں نظر آیا جیسے سمندر میں سفر کرنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ سورج پانی میں سے نکل رہا ہے اور پانی ہی میں ڈوبتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ذوالقرنین" کو شوق ہوا کہ دیکھے دنیا کی آبادی کہاں تک بسی ہے۔ سو مغرب کی طرف اس جگہ پہنچا کہ دلدل تھی نہ گذر آدمی کا نہ کشتی کا۔ اللہ کے ملک کی حد نہ پاسکا"۔

ف۶ یعنی "ذوالقرنین" کو ان لوگوں پر ہم نے دونوں بات کی قدرت دی جیسا کہ ہر بادشاہ ہر حاکم کو نیک و بد کی قدرت ملتی ہے۔ چاہے خلق کو ستا کر بدنام ہو، چاہے عدل و انصاف اور نیکی اختیار کر کے اپنا ذکر خیر جاری رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ کافر تھے۔ ہم نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ چاہے ان کو قتل کردے یا پہلے اسلام کی طرف دعوت دے۔ ذوالقرنین نے دوسری شق اختیار کی۔ ف۷ یعنی آخرت میں بھلائی ملے گی اور دنیا میں ہم اس پر سختی نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے کام کے لئے جب کوئی بات اس سے کہیں گے سہولت اور نرمی کی کہیں گے۔ فی الحقیقت جو بادشاہ عادل ہو اسکی یہی راہ ہوتی ہے۔ بروں کو سزا دے اور بھلوں سے نرمی کرے۔ ذوالقرنین نے یہی چال اختیار کی۔ ف۸ یعنی مغربی سفر سے فارغ ہو کر مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگا۔ قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کیلئے تھے ممکن ہے محض سیر و سیاحت کے طور پر ہوں، اثنائے سفر میں ان اقوام پر بھی گزر ہوا ہو جو اسکے زیر حکومت آچکی تھیں اور بعض اقوام نے ایک طاقتور بادشاہ سمجھ کر ظالموں کے مقابلہ میں فریاد کی ہو جس کا ذوالقرنین نے اپنی غیر معمولی قوت سے سد باب کردیا۔ جیسا کہ آگے "یاجوج ماجوج" کے قصہ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم ف۹ یعنی انتہائے مشرق میں ایک ایسی قوم دیکھی جن کو آفتاب کی شعاعیں بے روک ٹوک پہنچتی تھیں یہ لوگ وحشی جانگلو ہونگے گھر بنانے اور چھت ڈالنے کا ان میں دستور نہ ہوگا جیسے اب بھی بہت سی خانہ بدوش وحشی اقوام میں رواج نہیں ہے۔ ف۱۰ یعنی ذوالقرنین کے سفر مشرق و مغرب کی جو کیفیت بیان کی گئی واقع میں اسی طرح ہے جو وسائل اسکے پاس تھے اور جو حالات وہاں پیش آئے ان سب پر ہمارا علم محیط ہے۔ تاریخ والے شاید اس جگہ کچھ اور کہتے ہونگے اور فی الحقیقت اتنا ہے جو فرمادیا بعض مفسرین نے "کذٰلک" کا مطلب یہ لیا ہے کہ ذوالقرنین نے مغربی قوم کے متعلق جو روش اختیار کی تھی ویسی ہی اس مشرقی قوم کے ساتھ اختیار کی۔ واللہ اعلم ف۱۱ یہ تیسرا سفر مشرق و مغرب کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا مفسرین عموماً اسکو شمالی سفر کہتے ہیں قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں۔

بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾

دو پہاڑوں کے بیچ پائے اُن سے ورے ایسے لوگ جو لگتے نہیں کہ سمجھیں ایک بات ف۱

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ

بولے اے ذوالقرنین یہ یاجوج و ماجوج دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ

سو تو کہے تو ہم مقرر کر دیں تیرے واسطے کچھ محصول اس شرط پر کہ بنا دے تو ہم میں ان میں ایک آڑ ف۲ بولا

مَا مَكَّنِّیْ فِيْهِ رَبِّیْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾

جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری محنت میں بنا دوں تمہارے اُن کے بیچ ایک دیوار موٹی ف۳

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ

لادو مجھ کو تختے لوہے کے یہاں تک کہ جب برابر کر دیا دونوں پھانکوں تک پہاڑ کی کہا دھونکو

حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ ۭ فَمَا اسْطَاعُوْٓا

یہاں تک کہ جب کر دیا اس کو آگ کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں اس پر پگھلا ہوا تانبا ف۴ پھر نہ چڑھ سکیں

اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ

اس پر اور نہ کر سکیں اس میں سوراخ ف۵ بولا یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی

فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّاۗءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ ۭ وَتَرَكْنَا

پھر جب آئے وعدہ میرے رب کا گرا دے اس کو ڈھا کر اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا ف۶ اور چھوڑ دینگے

بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ ۙ

ہم خلق کو اس دن ایک دوسرے میں گھستے اور پھونک ماریں گے صور میں پھر جمع کر لائیں گے ہم ان سب کو

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿١٠٠﴾ ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ

اور دکھلا دیں ہم دوزخ اس دن کافروں کو سامنے ف۷ جن کی آنکھوں پر

فِیْ غِطَاۗءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ ۧ اَفَحَسِبَ

پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور نہ سُن سکتے تھے ف۸ اب کیا سمجھتے ہیں

ف۱ یعنی ذوالقرنین اور اسکے ساتھیوں کی بولی وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔ آگے جو گفتگو نقل کی گئی ہے غالباً کسی ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی۔ اور ترجمان کسی درمیانی قوم میں کا ہوگا جو دونوں کی زبان قدرے سمجھتا ہو (تنبیہ) اس قوم اور "یاجوج ماجوج" کے ملک میں یہ دو پہاڑ حائل تھے جن پر چڑھائی ممکن نہ تھی۔ البتہ دونوں پہاڑوں کے بیچ میں ایک درہ کھلا ہوا تھا اسی سے "یاجوج ماجوج" آتے اور ان لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے تھے۔ ف۲ ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور قوت و حشمت کو دیکھکر انہیں خیال ہوا کہ ہماری تکالیف و مصائب کا سدباب اس سے ہو سکے گا۔ اس لئے گذارش کی کہ "یاجوج ماجوج" نے ہمارے ملک میں اودھم مچا رکھی ہے۔ یہاں آکر قتل و غارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے اور انکے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کر دیں جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اس پر خرچ آئے ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ چاہے آپ ٹیکس لگا کر ہم سے وصول کر لیں۔ (تنبیہ) "یاجوج ماجوج" کون ہیں؟ کس ملک میں رہتے ہیں؟ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد آہنی دیوار کہاں ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق مفسرین و مؤرخین کے اقوال مختلف رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یاجوج ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نووی نے فتاوٰی میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حوا تک نہیں پہنچتا گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا، اسی قوم میں کا ہو۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (مریم صدیقہ) کے بطن سے بتوسط نفخۂ ملکیہ پیدا ہوئے، نزول من السماء کے بعد دجال کو ہلاک کر دینگے، اس وقت یہ قوم یاجوج ماجوج دنیا پر خروج کریگی اور آخرکار حضرت مسیح کی دعاء سے غیر معمولی موت مرے گی۔ اس وقت یہ قوم کہاں ہے اور ذوالقرنین کی دیوار آہنی کس جگہ واقع ہے؟ سو جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا جن کا ثبوت اس قوم اور دیوار آہنی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے، اسکو کہنا پڑیگا کہ جن قوموں، ملکوں اور دیواروں کا لوگوں نے اب تک پتہ دیا ہے، یہ مجموعۂ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا وہ خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ اور احادیث صحیحہ کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے۔ رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتہ نہیں ملا۔ اور اسی شبہ کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح جواب وہ ہی ہے جو علامہ آلوسی بغدادی نے دیا ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اسکے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعوٰی کرنا کہ ہم تمام خشکی و تری پر محیط ہو چکے ہیں، واجب التسلیم نہیں۔ عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اب سے پانسو برس پہلے تک ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا، اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہم رسائی حاصل نہ کر سکے ہوں اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں۔ سمندر کی دیوار اعظم جو آسٹریلیا کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے آج کل برطانوی سائنس دان ڈاکٹر سی ایم ینگ کے زیر ہدایات اس کی تحقیقات جاری ہے۔ یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی اور ہزار فٹ اونچی ہے۔ جس پر بیشمار مخلوق بستی ہے۔ جو مہم اس کام کیلئے روانہ ہوئی تھی حال میں اُس نے اپنی یک سالہ تحقیقات ختم کی ہے جس سے سمندر کے عجیب و غریب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور انسان کو حیرت و استعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہو رہی ہے۔ پھر کیسے دعوٰی کیا جا سکتا ہے کہ ہم کو خشکی و تری کی تمام مخلوق کے مکمل انکشافات حاصل ہو چکے ہیں۔ بہرحال مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، جب اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور ان واقعات کے منتظر رہیں جو مشککین و منکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے ؎

سَتُبْدِیْ لَكَ الْاَیَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا ۔۔۔ وَیَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَا لَمْ تُزَوِّدٖ

ف۳ یعنی مال میرے پاس بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے ہمارے ساتھ تم بھی محنت کرو۔ ف۴ اول لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جمائیں۔ جب ان کی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی، لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو۔ جب لوہا آگ کی طرح سرخ ہو کر تپنے لگا اس وقت پگھلا ہوا تانبا اوپر سے ڈالا جو لوہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہو کر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ یہ سب کام اس زمانہ میں بظاہر خارق عادت طریقہ سے انجام پائے ہونگے جسے ذوالقرنین کی کرامت سمجھنا چاہئے۔ یا ممکن ہے اس وقت اس قسم کے آلات و اسباب پائے جاتے ہوں جنکا ہمیں اب علم نہیں۔ ف۵ یعنی حق تعالیٰ نے یاجوج ماجوج کو فی الحال یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار پھاند کر یا توڑ کر ادھر نکل آئیں۔ ف۶ یعنی محض خدا کی مہربانی سے یہ روک قائم ہو گئی اور میعاد معین تک قائم رہے گی۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور قتل دجال کے بعد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وعدہ ہے اس وقت یہ روک ہٹا دی جائیگی۔ دیوار توڑ کر اتنی کثیر تعداد میں نکل پڑیں گے جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں دنیا انکے مقابلہ سے عاجز ہوگی۔ حضرت مسیح کو حکم ہوگا کہ میرے خاص بندوں کو لیکر "طور" پر چلے جائیں۔ آخر حضرت مسیح علیہ السلام بارگاہ احدیت کی طرف دست دعا دراز کرینگے۔ اسکے بعد یاجوج ماجوج پر ایک غیبی وبا مسلط ہوگی۔ سب ایک دم مر جائینگے۔ مزید تفصیل کتب حدیث باب "امارات الساعۃ" میں دیکھنی چاہئے۔ ف۷ یعنی یاجوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح بے شمار تعداد میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ شدت ہول و اضطراب سے ساری مخلوق رل گڈ ہو جائیگی۔ جن و انس ایک دوسرے میں گھسنے لگیں گے پھر قیامت کا بگل ہوگا یعنی صور پھونکا جائیگا۔

بقیہ فوائد صفحہ ۴۰۵۔ اسکے بعد سب خدا کے سامنے میدان حشر میں اکھٹے کئے جائینگے اور دوزخ کافروں کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ شاید کافروں کی تخصیص اس لئے کی کہ اصل میں دوزخ ان ہی کیلئے تیار کیا گیا ہے اور ان کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اب وہ پردہ اٹھ گیا۔ ف۸ یعنی خود اپنی عقل کی آنکھ برابر نہ تھی کہ قدرت کے نشان دیکھ کر یقین لاتے اور خدا کو یاد کرتے۔ اور ضد سے کسی کی بات نہ سنی جو دوسرے کے سمجھائے سمجھ لیتے۔

فوائد صفحہ ہٰذا۔ ف۱ یعنی کیا منکرین یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے خاص بندوں (مسیح، عزیر، روح القدس، فرشتوں) کو پرستش کر کے اپنی حمایت میں کھڑا کر لینگے۔ "کَلَّا سَیَکْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَیَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا" (ہرگز نہیں! وہ خود تمہاری حرکات سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے اور تمہارے مقابل مدعی بن کر کھڑے ہونگے)

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا
منکر کہ ٹھہرائیں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی ف۱ ہم نے تیار کیا ہے
جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ ﴿۱۰۳﴾
دوزخ کو کافروں کی مہمانی ف۲ تو کہہ ہم بتائیں تم کو کن کا کیا ہوا گیا بہت اکارت
اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ
وہ لوگ جن کی کوشش بھٹکتی رہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب بناتے ہیں
صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
کام ف۳ وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے ف۴ سو برباد گیا ان کا کیا ہوا
فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَ
پھر نہ کھڑی کریں گے ہم ان کے واسطے قیامت کے دن تول ف۵ یہ بدلہ ان کا ہے دوزخ اس پر کہ منکر ہوئے اور
اتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
ٹھہرایا میری باتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا ف۶ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام
کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۙ ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ
ان کے واسطے ہے ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی رہا کریں ان میں نہ چاہیں
عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
وہاں سے جگہ بدلنی ف۷ تو کہہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں بیشک دریا خرچ ہو چکے
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا
ابھی نہ پوری ہوں میرے رب کی باتیں اور اگرچہ دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی اس کی مدد کو ف۸ تو کہہ میں بھی
بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا
ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ معبود تمہارا ایک معبود ہے سو پھر جس کو امید ہو
لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۲ ۹ ۳
ملنے کی اپنے رب سے سو وہ کرے کچھ کام نیک اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو ف۹

ف۲ یعنی اس دھوکہ میں مت رہنا! وہاں تم کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ ہاں ہم تمہاری مہمانی کرینگے۔ دوزخ کی آگ اور قسم قسم کے عذاب سے (اعاذنا اللہ منہا)

ف۳ یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارہ میں وہ لوگ ہونگے جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لئے تھی آخرت کا کبھی خیال نہ آیا، محض دنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں کو بڑی معراج سمجھتے رہے (کذا یفہم من الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ دنیوی زندگی میں جو کام انہوں نے اپنے نزدیک اچھے سمجھ کر کئے تھے خواہ واقع میں اچھے تھے یا نہیں وہ سب کفر کی نحوست سے وہاں بیکار ثابت ہوئے اور تمام محنت برباد گئی۔

ف۴ یعنی نہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو مانا، نہ خیال کیا کہ کبھی اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

ف۵ کافر کی حسنات مردہ ہیں اس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ اب محض کفریات وسیئات رہ گئیں۔ سو ایک پلہ کیا تلے تو لنا تو موازنہ کیلئے تھا۔ موازنہ متقابل چیزوں میں ہوتا ہے۔ یہاں سیئات کے بالمقابل حسنہ کا وجود ہی نہیں۔ پھر تولنے کا کیا مطلب۔

ف۶ جو ٹھٹھا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

ف۷ یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں۔ ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی کبھی خواہش نہ کرینگے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

ف۸ قریش نے یہود کے اشارہ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تھا۔ سورۂ ہٰذا کی ابتداء میں "اصحاب کہف" کا اور آخر میں ذوالقرنین کا قصہ جہاں تک موضع قرآن سے متعلق تھا۔ بیان فرمایا۔ اور روح کے متعلق سورۂ بنی اسرائیل میں فرما دیا۔ "وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" اب خاتمۂ سورۃ پر بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کی باتیں بے انتہا ہیں۔ جو باتیں تمہارے ظرف واستعداد اور ضرورت کے لائق بتلائی گئیں۔ حق تعالیٰ کی معلومات میں سے اتنی بھی نہیں جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ۔ فرض کرو اگر پورے سمندر کا پانی سیاہی بن جائے جس سے خدا کی باتیں لکھنی شروع کی جائیں۔ اس کے بعد دوسرا اور تیسرا ویسا ہی سمندر اس میں شامل کرتے رہو تو سمندر ختم ہو جائیں گے، پر خدا کی باتیں ختم نہ ہونگی۔ یہیں سے سمجھ لو کہ قرآن اور دوسری کتب سماویہ کے ذریعہ سے خواہ کتنا ہی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار میں کسی کو دیدیا جائے، علم الٰہی کے سامنے وہ بھی قلیل ہے۔ گو فی حد ذاتہ اسے کثیر کہہ سکیں۔

ف۹ یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر تمام علوم و کمالات حاصل ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ میری طرف وحی کرتا ہے جن میں اصل اصول علم توحید ہے۔ اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق یا اسکے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو اسے چاہئے کہ کچھ بھلے کام شریعت کے موافق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہراً و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے۔ یعنی شرک جلی کی طرح ریا وغیرہ شرک خفی سے بھی بچتا رہے۔ کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے منہ پر ماری جائے گی۔ "اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا" اس آیت میں اشارہ کر دیا کہ نبی کا علم بھی متناہی اور عطائی ہے، علم خداوندی کی طرح ذاتی اور غیر متناہی نہیں۔ تم سورۃ الکھف بفضل اللہ تعالیٰ ومنہ وللہ الحمد اولاً وآخراً۔

ف١ حضرت زکریا علیہ السلام "بنی اسرائیل" کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ نجاری (بڑھئی) کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ ان کا قصہ پہلے سورۂ آلِ عمران میں گذر چکا۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔ ف٢ کہتے ہیں رات کی تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے دعاء کی، جیسا کہ دعاء کا اصل قاعدہ ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً" (اعراف رکوع ٧) ایسی دُعاء ریا سے دُور اور کمال اخلاص سے معمور ہوتی ہے۔ شاید یہ بھی خیال ہو کہ بڑھاپے کی عمر میں بیٹا مانگتے تھے۔ اگر نہ ملے تو سننے والے ہنسیں، اور ویسے بھی عموماً بڑھاپے میں آواز پست ہو جاتی ہے۔ ف٣ یعنی بظاہر موت کا وقت قریب ہے، سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھنے لگیں۔

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ (١) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (٢) اِذْ نَادٰى

یہ مذکور ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندہ زکریا پر ف١ جب پکارا اُس نے

رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (٣) قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ

اپنے رب کو چھپی آواز سے ف٢ بولا اے میرے رب بوڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا

الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا (٤) وَاِنِّيْ خِفْتُ

سر سے بڑھاپے کا ف٣ اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا ف٤ اور میں ڈرتا ہوں

الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ

بھائی بندوں سے اپنے پیچھے ف٥ اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو مجھ کو

لَّدُنْكَ وَلِيًّا (٥) يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

اپنے پاس سے ایک کام اُٹھانیوالا جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی ف٦ اور کر اُس کو اے رب

رَضِيًّا (٦) يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ

من مانتا ف٧ اے زکریا ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام ہے یحییٰ نہیں کیا ہم نے

مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (٧) قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ

پہلے اس نام کا کوئی ف٨ بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجھ کو لڑکا اور میری عورت

عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا (٨) قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ

بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو گیا یہاں تک کہ اکڑ گیا ف٩ کہا یونہی ہوگا ف١٠ فرما دیا تیرے رب نے

هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا (٩)

وہ مجھ پر آسان ہے اور تجھ کو پیدا کیا میں نے پہلے سے اور نہ تھا تو کوئی چیز ف١١

ف٤ یعنی آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا اب اس آخری وقت اور ضعف و پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعاء رَد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے بعض مفسرین نے "وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا" کے معنی یوں کئے ہیں کہ اے پروردگار آپ کی دعوت پر میں کبھی شقی ثابت نہیں ہوا یعنی جب آپ نے پکارا برابر امتثال امر اور طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل کی۔

ف٥ اُن کے بھائی بند قرابت دار نااہل ہونگے۔ ڈر یہ ہوا کہ وہ لوگ اُن کے بعد اپنی بداعمالیوں اور غلط کاریوں سے راہ نیک نہ بگاڑ دیں اور جو دینی و روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی حضرت زکریا علیہ السلام تک پہنچی تھی اُسے اپنی شرارت اور بدتمیزی سے ضائع نہ کر دیں۔

ف٦ یعنی میں بوڑھا ہوں، بیوی بانجھ ہے، ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اُٹھا سکے۔ میں اس ضعف و پیری میں کیا کر سکتا ہوں، جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے۔ اُن کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوۃ کا وارث بنے (تنبیہ) احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اُن کی وراثت دولت علم میں چلتی ہے۔ خود شیعوں کی مستند کتاب "کافی کلینی" سے بھی "روح المعانی" میں اس مضمون کی روایات نقل کی ہیں۔ لہٰذا متعین ہے کہ "يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ" میں وراثت مالی مراد نہیں۔ جس کی تائید خود لفظ "آل یعقوب" سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے تمام آل یعقوب کے اموال و املاک کا وارث تنہا حضرت زکریا کا بیٹا کیسے ہو سکتا تھا۔ بلکہ نفس وراثت کا ذکر ہی اس موقع پر ظاہر کرتا ہے کہ مالی وراثت مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو تمام دنیا کے نزدیک مسلّم ہے کہ بیٹا باپ کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ پھر دعاء میں اس کا ذکر کرنا محض بیکار تھا۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت زکریا کو اپنے مال و دولت کی فکر تھی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر بنی اعمام اور دوسرے رشتہ داروں میں نہ پہنچ جائے، نہایت پست اور دَنی خیال ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان یہ نہیں ہوتی کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت دنیا کی متاع حقیر کی فکر میں پڑ جائیں کہ ہائے یہ کہاں جائیگی اور کس کے پاس رہیگی۔ اور لطف یہ ہے کہ حضرت زکریا بڑے دولت مند بھی نہ تھے، بڑھئی کا کام کر کے محنت سے پیٹ پالتے تھے بھلا اُن کو بڑھاپے میں کیا غم ہو سکتا تھا کہ چار پیسے رشتہ داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

ف٧ یعنی ایسا لڑکا دیجئے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے میری اور تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔ ف٨ یعنی دعاء قبول ہوئی اور لڑکے کی بشارت پہنچی۔ جس کا نام (یحییٰ) قبل از ولادت حق تعالیٰ نے تجویز فرما دیا۔ نام بھی ایسا انوکھا جو اُن سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ بعض سلف نے یہاں "سمی" کے معنی "شبیہ" کے لئے ہیں یعنی اس شان و صفت کا کوئی شخص اُن سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب ہو کر بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کوئی ایسا لڑکا اُس وقت تک پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یا بعض خاص احوال و صفات (مثلاً رقتِ قلب اور غلبۂ بکا وغیرہ) میں اُن کی مثال پہلے نہ گذری ہوگی۔ واللہ اعلم۔ ف٩ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری سنے تو مزید طمانیت و استلذاذ کے لئے بار بار پوچھتا اور کھود کرید کیا کرتا ہے۔ اس تحقیق و تفحص سے لذت تازہ حاصل ہوتی اور بات خوب پکی ہو جاتی ہے یہ ہی منشا حضرت زکریا کے سوال کا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "انوکھی چیز مانگتے تعجب نہ آیا جب سُنا کہ ملیگی تب تعجب کیا"۔ ف١٠ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اِن ہی حالات میں اولاد مل جائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہیگی۔

ف١١ یہ فرشتے نے کہا یعنی تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے یہاں مشکل نہیں۔ اُسکی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اُسکو پردۂ عدم سے وجود میں لایا۔ پھر جو قادرِ مطلق لاشئے محض کو شئے بنا دے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس پر تو بطریق اولیٰ

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ

بولا اے رب ٹھہرا دے میرے لئے کوئی نشانی فرمایا تیری نشانی یہ کہ بات نہ کرے تو لوگوں سے تین رات

لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ

تک صحیح تندرست ف۱ پھر نکلا اپنے لوگوں کے پاس حجرہ سے تو اشارہ سے کہا اُن کو

اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۱۱﴾ یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَیْنٰهُ

کہ یاد کرو صبح اور شام ف۲ اے یحییٰ اُٹھا لے کتاب زور سے ف۳ اور دیا ہم نے

الْحُكْمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً ؕ وَ كَانَ تَقِیًّا ﴿۱۳﴾ وَّ

اُس کو حکم کرنا لڑکا پن میں ف۴ اور شوق دیا اپنی طرف سے اور ستھرائی اور تھا پرہیزگار ف۵ اور

بَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَ لَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ﴿۱۴﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ

نیکی کرنیوالا اپنے ماں باپ سے، اور نہ تھا زبردست خود سر ف۶ اور سلام ہے اُس پر جس دن

وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ﴿۱۵﴾ ع وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ

پیدا ہوا اور جس دن مرے اور جس دن اُٹھ کھڑا ہو زندہ ہو کر ف۷ اور مذکور کر کتاب میں

مَرْیَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ

مریم کا جب جُدا ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں ف۸ پھر پکڑ لیا

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

اُن سے ورے ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اُسکے پاس اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا اُسکے آگے

سَوِیًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾

آدمی پورا ف۹ بولی مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے اگر ہے تو ڈر رکھنے والا ف۱۰

قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ

بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا ف۱۱ بولی

اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ

کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار کبھی نہیں تھی ف۱۲ بولا

ف۱ یعنی باوجود تندرست ہونیکے جب کامل تین رات دن لوگوں کے ساتھ زبان سے بات چیت نہ کر سکے اُس وقت سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے۔ اس کے متعلق مفصل کلام "آل عمران" کے فوائد میں گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۲ یعنی جب وہ وقت آیا تو زبان گفتگو کرنے سے رُک گئی۔ حجرہ سے باہر نکل کر لوگوں کو اشارہ سے کہا کہ صبح و شام اللہ کو یاد کیا کرو۔ نمازیں پڑھو، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہو۔ یہ کہنا یا تو حسب معمول سابق وعظ و نصیحت کے طور پر ہوگا یا نعمت الٰہیہ کی خوشی محسوس کر کے چاہا کہ دوسرے بھی ذکر و شکر میں اُن کے شریک حال ہوں۔ کیونکہ جیسا "آل عمران" میں گذرا حضرت زکریاؑ کو حکم تھا کہ اُن تین دن میں خدا کو بہت کثرت سے یاد کریں۔ اور خاص تسبیح کا لفظ شاید اس لئے اختیار کیا ہو کہ اکثر عجیب و غریب سماں دیکھنے پر آدمی "سبحان اللہ" کہا کرتا ہے۔

ف۳ یعنی تورات اور دوسرے آسمانی صحیفوں کو جو تم پر یا دوسرے انبیاء پر نازل کئے گئے ہوں، خوب مضبوطی اور کوشش سے تھامے رکھو۔ اُن کی تعلیمات پر خود عمل کرو اور دوسروں سے کراؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی علم کتاب لوگوں کو سکھلانے لگا زور سے۔ یعنی باپ ضعیف تھے اور یہ جوان"۔

ف۴ یعنی لڑکپن ہی میں اُن کو حق تعالیٰ نے فہم و دانش، علم و حکمت فراست صادقہ، احکام کتاب اور آداب عبودیت و خدمت کی معرفت عطا فرما دی تھی۔ لڑکوں نے ایک مرتبہ انہیں کھیلنے کو بُلایا، کہا ہم اس واسطے نہیں بنائے گئے۔ بہت سے علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عام عادت کے خلاف ان کو لڑکپن ہی میں نبوت بھی مرحمت فرما دی۔ واللہ اعلم۔

ف۵ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کو شوق و ذوق، رحمت و شفقت، رقت و نرم دلی، محبت و محبوبیت عنایت فرمائی تھی، اور صاف ستھرا، پاکیزہ رُو، پاکیزہ خُو، مبارک و سعید متقی و پرہیزگار بنایا، حدیث میں ہے کہ یحییٰ نے نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی نالیاں سی بن گئی تھیں علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام

ف۶ یعنی متکبر، سرکش اور خود سر نہ تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی آرزو کے لڑکے اکثر ایسے ہوا کرتے ہیں" وہ ویسا نہ تھا۔

ف۷ اللہ جو بندہ پر سلام بھیجے محض تشریف و عزت افزائی کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اُس پر کچھ گرفت نہیں۔ یہاں "یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا" سے غرض تعمیم اوقات و احوال ہے یعنی ولادت سے لے کر موت تک اور موت سے قیامت تک کسی وقت اُس پر خوردہ گیری نہیں۔ خدا کی پکڑ سے ہمیشہ مامون و مصئون ہے۔

ف۸ یعنی غسل حیض کرنے کو۔ یہ ہی پہلا حیض تھا۔ تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی۔ شرم کے مارے مجمع سے الگ ہو کر ایک مکان میں چلی گئیں۔ جو "بیت المقدس" سے مشرق کی طرف تھا۔ اس لئے نصاریٰ نے مشرق کو اپنا قبلہ بنا لیا۔

ف۹ یعنی حضرت جبریلؑ نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے، جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے یہاں حضرت مریمؑ کی انتہائی عفت و پاکبازی کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ایسے زبردست دواعی و محرکات بھی اُس کے جذبات عفاف و تقویٰ کو ادنیٰ ترین جنبش نہ دے سکے۔

ف۱۰ مریمؑ نے اول وہلہ میں سمجھا کہ کوئی آدمی ہے۔ تنہائی میں دفعۃً ایک مرد کے سامنے آ جانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں۔ اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا (جیسا کہ پاک و نورانی چہرہ سے روشن تھا) تو میرے پاس سے چلا جائیگا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کریگا۔ ف۱۱ یعنی گھبراؤ نہیں۔ میری نسبت کوئی بُرا خیال آیا ہو تو دل سے نکال دو۔ میں آدمی نہیں، تیرے اُسی رب کا (جس کی تو پناہ ڈھونڈتی ہے) بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تجھ کو ایک پاکیزہ، صاف ستھرا اور مبارک و مسعود لڑکا عطا کروں۔ "غُلٰمًا زَكِیًّا" (پاکیزہ لڑکا) کہنے میں اشارہ ہو گیا کہ وہ حسب و نسب اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے بالکل پاک و صاف ہوگا۔ ف۱۲ مریمؑ کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے، مگر تعجب ہوا کہ جس عورت کا شوہر نہیں جو اُس کو حلال طریقہ سے چھو سکتا، اور بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ سے بچہ حاصل کر لے، اُس کو بحالت راہنہ پاکیزہ اولاد کیونکر مل جائیگی، جیسا کہ حضرت زکریاؑ نے اس سے کم عجیب بشارت پر سوال کیا تھا۔

ف ١ یہ وہی جواب ہے جو حضرت زکریاؑ کو دیا گیا تھا۔ گذشتہ رکوع میں دیکھ لیا جائے۔ **ف ٢** یعنی یہ کام ضرور ہو کر رہیگا، پہلے سے طے شدہ ہے تخلف نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکمت اسی کو مقتضی ہے کہ بدون مسّ بشر کے محض عورت کے وجود سے بچہ پیدا کیا جائے۔ اور وہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے ہماری قدرت عظیمہ کی ایک نشانی ہو۔ کیونکہ تمام انسان مرد و عورت کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام دونوں کے بدون پیدا ہوئے اور حوّا کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا۔ چوتھی صورت یہ ہے جو حضرت مسیح میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدون صرف عورت کے وجود سے اُن کا وجود ہوا۔ اس طرح پیدائش کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود قدرت الٰہیہ کا ایک نشان اور حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔ **ف ٣** کہتے ہیں فرشتہ نے پھونک ماری حمل ٹھہر گیا۔ وفی البحر " وَذَکَرُوْا اَنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَفَخَ فِیْ جَیْبِ دِرْعِھَا اَوْ فِیْہِ وَفِیْ کُمِّھَا۔ والظاہر ان المسند الیہ ننفخ ہو اللہ تعالیٰ لقولہ فنفخنا (ص ١٨١) کما قال فی آدم ونفخت فیہ من روحی واللہ اعلم۔ **ف ٤** یعنی جب وضع حمل کا وقت قریب آیا شرم کے مارے سب سے علیحدہ ہو کر کسی بعید مکان میں چلی گئی۔ شاید وہ ہی جگہ ہو جسے "بیت اللحم" کہتے ہیں۔ یہ مقام "بیت المقدس" سے آٹھ میل ہے۔ ذکرہ ابن کثیر عن وہب۔ **ف ٥** یعنی درد زہ کی تکلیف سے ایک کھجور کی جڑ کا سہارا لینے کے لئے اُس کے قریب جا پہنچی۔ اُس وقت درد کی تکلیف، تنہائی و بیکسی، سامان ضرورت و راحت کا فقدان، اور سب سے بڑھ کر ایک مشہور پاکباز عفیفہ کو دینی حیثیت سے آئندہ بدنامی اور رسوائی کا تصور سخت بیچین کئے ہوئے تھا۔ حتّٰی کہ اسی کرب و اضطراب کے غلبہ میں کہہ اٹھی "یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا" (کاش میں اس وقت کے آنے سے پہلے ہی مر چکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام و نشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی) شدت کرب و اضطراب میں گذشتہ بشارات بھی جو فرشتہ سے سُنی تھیں یاد نہ آئیں۔

كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ

یونہی ہے فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے **ف ١** اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کیلئے نشانی اور

رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا

مہربانی اپنی طرف سے، اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا **ف ٢** پھر پیٹ میں لیا اُسکو **ف ٣** پھر یکسو ہوئی اُس کو لیکر

قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ

ایک بعید مکان میں **ف ٤** پھر لے آیا اُس کو درد زہ ایک کھجور کی جڑ میں بولی کسی طرح میں

مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا

مر چکتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھُولی بسری **ف ٥** پس آواز دی اُس کو اُسکے نیچے سے کہ

تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ

غمگین مت ہو کر دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ اور ہلا اپنی طرف کھجور

النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ

کی جڑ اُس سے گرینگی تجھ پر پکی کھجوریں **ف ٦** اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی

عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ

رکھ **ف ٧** پھر اگر تو دیکھے کوئی آدمی تو کہیو میں نے مانا ہے رحمٰن کا

صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا

روزہ سو بات نہ کرونگی آج کسی آدمی سے **ف ٨** پھر لائی اُس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اُسکو کہنے لگے

يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـــًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ

اے مریم تو نے کی یہ چیز طوفان کی **ف ٩** اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ

امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ

بُرا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار **ف ١٠** پھر ہاتھ سے بتلایا اُس لڑکے کو **ف ١١** بولے ہم کیونکر

نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰىنِيَ

بات کریں اُس شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا **ف ١٢** وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اُس نے

ف ٦ وہ مقام جہاں حضرت مریمؑ کھجور کے نیچے تشریف رکھتی تھیں قدرے بلند تھا، اُس کے نیچے سے پھر اُسی فرشتہ کی آواز سنائی دی کہ غمگین و پریشان مت ہو، خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کر۔ نیچے کی طرف دیکھ، اللہ تعالیٰ نے کیسا چشمہ یا نہر جاری کر دی ہے۔ یہ تو پینے کے لئے ہوا، کھانے کے لئے اسی کھجور کو ہلاؤ، پکی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گرینگی۔ (تنبیہ) بعض سلف نے "سری" کے معنی "عظیم الشان سردار" کے لئے ہیں یعنی خدا تعالیٰ تجھ سے ایک بڑا سردار پیدا کرنیوالا ہے۔ جنہوں نے "سری" کے معنی چشمہ یا نہر کے لئے ظاہر یہ ہے کہ وہ چشمہ بطور خرق عادت نکالا گیا اور کھجوریں بھی خشک درخت پر بے موسم لگ گئیں۔ اِن خوارق کا دیکھنا مریم کی تسکین و اطمینان اور تفریح کا سبب تھا۔ اور جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اُس حالت میں یہ چیزیں مریمؑ کے لئے مفید تھیں اور اُنہیں ضرورت بھی ہوگی۔

ف ٧ یعنی تازہ کھجوریں کھا کر چشمہ کے پانی سے سیراب ہو، اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر، آگے کا غم نہ کھا، خدا تعالیٰ سب مشکلات کو دُور کرنے والا ہے۔

ف ٨ یعنی اگر کوئی آدمی سوال کرے تو اشارہ وغیرہ سے ظاہر کر دینا کہ میں روزہ سے ہوں۔ مزید گفتگو نہیں کر سکتی۔ اُن کے دین میں یہ نیت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے تھے۔ ہماری شریعت میں ایسی نیت درست نہیں۔ اور "کہیو میں نے مانا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی نذر کر کے ایسا کہہ دینا۔ "اِنْسِیًّا" کی قید شاید اس لئے لگائی کہ فرشتہ سے بات کرنا ممنوع نہ تھا۔

ف ٩ یعنی جب بچہؑ کو گود میں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے سامنے آئی تو لوگ دیکھ کر ششدر رہ گئے، کہنے لگے "مریمؑ تو نے غضب کر دیا، یہ بناوٹ کی چیز کہاں سے لے آئی۔ اس سے زیادہ جھوٹ طوفان کیا ہوگا کہ ایک لڑکی کنواری رہتے ہوئے دعوےٰ کرے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔"

ف ١٠ یعنی بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ تیرے ماں باپ اور خاندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں، تجھ میں یہ بُری خصلت کدھر سے آئی؟ بھلوں کی اولاد کا بُرا ہونا محل تعجب ہے (تنبیہ) مریمؑ کو "اُخت ہارون" اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھی۔ گویا "اُخت ہارون" سے مُراد "اُخت قوم ہارون" ہوئی۔ جیسے "وَاذْکُرْ اَخَا عَادٍ" میں ہود علیہ السلام کو "عاد" کا بھائی کہا ہے۔ حالانکہ "عاد" اُن کی قوم کے مورث اعلیٰ کا نام تھا۔ اور ممکن ہے "اُخْتَ ھٰرُوْنَ" کے ظاہری معنی لئے جائیں جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے یعنی مریم کے بھائی کا نام ہارون تھا۔ جیسے ہمارے زمانہ میں رواج ہے اُس وقت بھی لوگ انبیاء و صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مریم کا وہ بھائی ایک مرد صالح تھا۔ تو حاصل کلام یہ ہوا کہ تیرا باپ پاکباز تھا، ماں پارسا تھی، بھائی ایسا نیک ہے اوپر جا کر تیرا نسب ہارون علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، پھر یہ حرکت تجھ سے کیونکر سرزد ہوئی۔ **ف ١١** یعنی مریمؑ نے ہاتھ سے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ خود اس سے دریافت کرو۔ **ف ١٢** یعنی اس شرمناک حرکت پر یہ ستم ظریفی؟ کہ بچہ سے پوچھ لو۔ بھلا ایک گود کے بچہ سے ہم کیسے سوال و جواب کر سکتے ہیں۔ (تنبیہ) "مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا" میں "کَانَ" کا لفظ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ تکلم کے وقت وہ صبی نہیں رہا تھا۔ قرآن میں بہت جگہ مثلاً "کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" یا "لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً" یا "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ" میں "کَانَ" کا استعمال ایسے مضمون کے لئے ہوا ہے جس کا سلسلہ زمانہ ماضی کے گذرنے کے ساتھ منقطع نہیں ہوا۔ اور یہاں "مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا" سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ کہنے والوں نے نفی تکلیم کو ایک ضابطہ کے رنگ میں پیش کیا۔ یعنی نہ صرف عیسیٰ بلکہ ہر اُس شخص سے جو گود میں بچہ ہو کلام کرنا عادۃً محال ہے۔

ف۱ قوم کی طرف سے یہ ہی گفتگو ہو رہی تھی کہ خود مسیح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے گویا کردیا۔ آپ نے اُس وقت جو کچھ فرمایا اُس میں تمام غلط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو آئندہ اُن کی نسبت قائم ہونیوالے تھے "میں بندہ ہوں اللہ کا" یعنی خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ اب نصاریٰ کا عقیدہ ہے، چنانچہ اسی عقیدہ کی تردید کے لئے پہلے حضرت مسیح کی ولادت وغیرہ کے تفصیلی حالات بیان فرمائے۔ اور "مجھ کو خدا نے نبی بنایا" یعنی مفتری اور کاذب نہیں جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں۔ (تنبیہ) سورۂ آلِ عمران" اور" مائدہ" میں حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کے متعلق کلام کیا جاچکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں نبی کریم صلعم نے جن تین بچوں کے مہد میں کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے ان میں ایک حضرت مسیح ابن مریم ہیں۔ آج جو لوگ قرآن و حدیث کے خلاف حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کا انکار کرتے ہیں اُن کے ہاتھ میں نصاریٰ کی کورانہ تقلید کے سوا کچھ نہیں۔ ف۲ یعنی جب تک زندہ رہوں، جس وقت اور جس جگہ کے مناسب جس قسم کی صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم ہو، اُس کی شروط و حقوق کی رعایت کے ساتھ برابر ادا کرتا رہوں۔ جیسے دوسری جگہ مؤمنین کی نسبت فرمایا "اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ" اُس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ جس وقت جس طرح کی نماز کا حکم ہو ہمیشہ پابندی سے تعمیل حکم کرتے ہیں اور اُس کی برکات و انوار ہمہ وقت اُن کو محیط رہتی ہیں۔ کوئی شخص کہے کہ ہم جب تک زندہ ہیں

اَلْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝۳۰ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ

کتاب دی ہے اور مجھ کو اُس نے نبی کیا ف۱ اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں اور

اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝۳۱ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ وَ

تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ ف۲ اور سلوک کرنیوالا اپنی ماں سے ف۳

لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝۳۲ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ

اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت ف۴ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن

اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝۳۳ ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ

مروں اور جس دن اُٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر ف۵ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات

الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ۝۳۴ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

جس میں لوگ جھگڑتے ہیں ف۶ اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد وہ پاک ذات ہے

اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝۳۵ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ

جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا سو یہی کہتا ہے اُس کو کہ ہو وہ ہو جاتا ہے ف۷ اور کہا بیشک اللہ ہے رب میرا اور

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝۳۶ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ

رب تمہارا، سو اُس کی بندگی کرو یہ ہے راہ سیدھی پھر جُدی جُدی راہ اختیار کی فرقوں نے

مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۳۷

اُن میں سے سو خرابی ہے منکروں کو جس وقت دیکھیں گے ایک دن بڑا ف۸

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ

کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہونگے، جسدن آئینگے ہمارے پاس پر بے انصاف آج کے دن صریح بہک

مُّبِیْنٍ ۝۳۸ وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ

رہے ہیں ف۹ اور ڈر سنادے اُن کو اُس پچھتاوے کے دن کا، جب فیصل ہو چکیگا کام ف۱۰ اور وہ بھول رہے ہیں

وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۳۹ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا

اور وہ یقین نہیں لاتے ف۱۱ ہم وارث ہونگے زمین کے اور جو کوئی ہے زمین پر، اور وہ ہماری طرف

وقف لازم

نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کے مامور ہیں کیا اس کا مطلب یہ لیا جائیگا کہ ہر ایک مسلمان مامور ہے کہ ہر وقت نماز پڑھتا رہے، ہر وقت زکوٰۃ دیتا رہے (خواہ نصاب کا مالک ہو یا نہ ہو) ہر وقت روزے رکھتا رہے ہر وقت حج کرتا رہے۔ حضرت مسیح کے متعلق بھی "مَا دُمْتُ حَیًّا" کا ایسا ہی مطلب سمجھنا چاہیئے۔ یاد رہے کہ لفظ "صلوٰۃ" کچھ اصطلاحی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں، قرآن نے ملائکہ اور بشر سے گزر کر تمام جہان کی طرف صلوٰۃ کی نسبت کی ہے "اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ" (نور۔ رکوع ۶) اور یہ بھی بتلادیا کہ ہر چیز کی تسبیح و صلوٰۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوٰۃ و تسبیح کس رنگ کی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے معنی بھی اصل میں طہارت، نماء، برکت و مدح کے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی کا استعمال قرآن و حدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے۔ اسی رکوع میں حضرت مسیح کی نسبت "غُلٰمًا زَكِیًّا" کا لفظ گذر چکا جو زکوٰۃ سے مشتق ہے۔ اور یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا "وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً"، سورۂ کہف میں ہے "خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا" اسی طرح کے عام معنی یہاں بھی زکوٰۃ کے لئے جا سکتے ہیں۔ اور ممکن ہے "اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" سے "اَوْصَانِیْ بِاَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" مراد ہو جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا "وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ"، پھر لفظ "اَوْصَانِیْ" اپنے مدلول لغوی کے اعتبار سے اس کو مقتضی نہیں کہ وقت ایصار ہی سے اُس پر عمل درآمد شروع ہو جائے۔ نیز بہت ممکن ہے کہ "مَا دُمْتُ حَیًّا" سے یہ ہی زمینی حیاۃ مُراد لے لی جائے۔ جیسے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جابرؓ کے والد کو اللہ نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ ہم سے کچھ مانگ، اُس نے کہا کہ مجھے دوبارہ زندہ کر دیجئے کہ دوبارہ تیرے راستہ میں قتل کیا جاؤں۔ اس زندگی سے یقیناً زمینی زندگی مُراد ہے ورنہ شہداء کے لئے نفس حیات کی قرآن میں اور خود اسی حدیث میں تصریح موجود ہے۔ یہ ہی مطلب حیاۃ کا "لَوْ كَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ الخ" میں سمجھو۔ اگر بالفرض اُس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے۔ "بالفرض" ہم نے اس لئے کہا کہ اس کی اسناد کا کتب حدیث میں کہیں پتہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

ف۳ چونکہ باپ کوئی نہ تھا اس لئے صرف ماں کا نام لیا۔

ف۴ یہ سب جملے جو بصیغۂ ماضی لائے گئے بے شک اُس کے معنی ماضی ہی کے لئے جائینگے لیکن اس طرح کہ مستقبل متیقن الوقوع کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا۔ جیسے "اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ" میں۔ اس طرح مسیح علیہ السلام نے بچپن میں ماضی کے صیغے استعمال کر کے متنبہ کر دیا کہ ان سب چیزوں کا آئندہ پایا جانا ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ اُسے یہ ہی سمجھنا چاہیئے کہ گویا پائی جاچکی۔ حضرت مسیحؑ کی اس خارق عادت گفتگو سے اور اُن اوصاف و خصال سے جو بیان کئے نہایت بلاغت کے ساتھ اُس ناپاک تہمت کا رد ہو گیا جو اُن کی والدۂ ماجدہ پر لگائی جاتی تھی۔ اوّل تو ایک بچہ کا بولنا، اور ایسا جامع و مؤثر کلام طبعاً دشمنوں کو خاموش کرنیوالا تھا پھر جس ہستی میں ایسی پاکیزہ خصال پائی جائیں، ظاہر ہے وہ العیاذ باللہ ولد الزنا کیسے ہو سکتی ہے جیسا کہ خود اُن کے اقرار "مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فروع کو اُصول کے موافق دیکھنا چاہتے تھے۔ ف۵ اس جملہ کے ہم معنی جملہ پہلے حضرت یحییٰ کے ذکر میں گذر چکا۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں خود حق تعالیٰ کی طرف سے کلام تھا۔ یہاں حق تعالیٰ نے مسیح کی زبان سے وہ ہی بات فرمائی۔ نیز "سلام" اور "السلام" کا فرق بھی قابل لحاظ ہے۔ ف۶ یعنی حضرت مسیحؑ کی شان و صفت یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ ایک سچی اور کھلی ہوئی بات میں لوگوں نے خواہ مخواہ جھگڑے ڈال لیے۔ اور طرح طرح کے اختلافات کھڑے کر دیے کسی نے اُن کو خدا بنا دیا کسی نے خدا کا بیٹا کسی نے کذاب و مفتری کہا کسی نے نسب وغیرہ پر طعن کیا۔ سچی بات وہ ہی ہے جو ظاہر کر دی گئی کہ خُدا نہیں، خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جھوٹے مفتری نہیں، سچے پیغمبر ہیں۔ انکا حسب نسب پاک و صاف ہے۔ خدا نے اُن کو "کلمۃ اللہ" فرمایا ہے اور ممکن ہے "قول الحق" کے معنی بھی یہاں "کلمۃ اللہ" کے ہوں۔ ف۷ جس کے ایک "کُن" (ہوجا) کہنے میں ہر چیز موجود ہو، اُسے بیٹے پوتوں کی کیا ضرورت لاحق ہوگی۔ کیا (العیاذ باللہ) اولاد ضعیفی میں سہارا دیگی؟ یا مشکلات میں ہاتھ بٹائے گی؟ یا اُسکے بعد نام چلائیگی؟ اور اگر شبہ ہو کہ عموماً آدمی ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے پھر حضرت مسیحؑ کا

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۰ - باپ کسے کہیں ؟ اس کا جواب بھی اسی مجملہ "کن فیکون" میں آگیا یعنی ایسے قادرِ مطلق کے لئے کیا مشکل ہو کہ ایک بچّہ کو بِن باپ پیدا کر دے - اگر عیسائی خدا کو باپ اور مریم کو ماں کہتے ہیں تو کیا (معاذ اللہ) دوسرے تعلقات زنا شوئی کا بھی اقرار کرینگے ؟ باپ مان کر بھی بہرحال تخلیق کا طریقہ وہ تو نہ ہوگا جو عموماً والدین میں ہوتا ہے۔ پھر بدون باپ کے پیدا ہونے میں کیا اشکال ہے۔ **ف۸** یہ کس نے کہا؟ بعض کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ گویا پیشتر حضرت مسیح کی جو گفتگو "قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ" الخ سے نقل کی گئی تھی، یہ اُس کا تتمہ ہوا۔ درمیان میں مخاطبین کی تنبیہ کے لئے "ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ" سے حق تعالیٰ کا کلام تھا۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہو کہ اس کو "وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ" کے ساتھ لگایا جائے۔ یعنی (اے محمد صلعم) کتاب میں مریم و مسیح کا حال سُنا کر جو مذکور ہو چکا، کہدو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ ہو۔ تنہا اُسی کی بندگی کرو۔ بیٹے پوتے مت بناؤ۔ سیدھی راہ توحید خالص کی ہے جس میں کچھ ایچ پیچ نہیں۔ سب انبیاء اسی کی طرف ہدایت کرتے آئے لیکن لوگوں نے بہت سے فرقے بنالئے اور جُدی جُدی راہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ توحید کا انکار کر رہے ہیں، انہیں بڑے ہولناک دن (روز قیامت) کی تباہی سے خبردار رہنا چاہئے جو یقیناً پیش آنیوالی ہو۔ **ف۹** یعنی آج توجبکہ سننا اور دیکھنا مفید تھا، بالکل اندھے، بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا سُننا کچھ فائدہ نہ دیگا، آنکھیں اور کان خوب کُھل جائیں گے اُس وقت وہ باتیں سنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں۔ نعوذ باللہ منہ۔

ف۱ کافروں کو پچتانے کے بہت مواقع پیش آئینگے۔ آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی صورت میں لاکر بہشت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کیا جائیگا اور ندا آئیگی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہ پڑے، اس کے بعد کسی کو موت آنے والی نہیں۔ اُس وقت کافر بالکل نا اُمید ہو کر حسرت سے ہاتھ کاٹینگے لیکن اب پچتائے کیا ہوت ہے، جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔ **ف۱۱** یعنی اس وقت اُنہیں یقین نہیں کہ واقعی ایسا دن آنیوالا ہے وہ غفلت کے نشہ میں مخمور ہیں اور بڑی بھاری بھول میں پڑے ہیں۔ کاش اس وقت آنکھیں کھولتے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھتے اُس دن پچتانے سے حسرت و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ "اَلْئٰنَ قَدْ نَدِمْتَ وَمَا یَنْفَعُ النَّدَمُ"۔

فوائد صفحہ ہذا۔ **ف۱** یعنی کسی کا مِلک یا مُلک باقی نہ رہیگی ہر چیز براہ راست مالکِ حقیقی کی طرف لوٹ جائیگی۔ وہ ہی بلا واسطہ حاکم و متصرف علی الاطلاق ہوگا۔ جس چیز میں جس طرح چاہیگا اپنی حکمت کے موافق تصرّف کریگا۔ دنیا کے جن سامانوں نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے سب کا ایک ہی وارث باقی رہ جائیگا۔ مِلک و مُلک کے لمبے چوڑے دعوے رکھنے والے سب فنا کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔ **ف۲** گذشتہ رکوع میں حضرت مسیح و مریم کا قصّہ بیان فرما کر نصاریٰ کا رد کیا گیا تھا جو ایک آدمی کو خدا بنا رہے ہیں۔ اس رکوع میں مشرکین مکّہ کو شرمانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سُنایا گیا ہو کہ انہوں نے اپنے باپ تک کو کس طرح شرک و بُت پرستی سے روکا۔ اور آخر کار وطن و اقارب کو چھوڑ کر خدا کے واسطے ہجرت اختیار کی۔ مشرکین مکہ کا دعوٰی تھا کہ وہ ابراہیم کی اولاد میں اور اُسی کے دین پر ہیں۔ انہیں بتلایا گیا کہ بت پرستی کے متعلق تمہارے باپ ابراہیم کا رویّہ کیا رہا ہے اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنا چاہتے ہو تو ایسے باپ کی تقلید کرو۔ اور مشرک باپ دادوں سے اُسی طرح بیزار ہو جاؤ جیسے ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے۔ **ف۳** "صدیق" کے معنی ہیں "بہت زیادہ سچ کہنے والا" جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے۔ یا وہ راستباز پاک طینت جس کے قلب میں سچائی کو قبول کرنے کی نہایت اعلیٰ و اکمل استعداد موجود ہو۔ جو بات خدا کی طرف سے پہنچے بلا توقف اُس کے دل میں اُتر جائے۔ شک و تردد کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ابراہیم علیہ السلام ہر ایک معنی سے صدیق تھے اور چونکہ صدّیقیت کے لئے نبوّت لازم نہیں اس لئے آگے "صِدِّیْقًا" کے ساتھ "نَّبِیًّا" فرما کر نبوت کی تصریح کر دی۔ یہیں سے معلوم ہوگیا کہ کذبات

ع ۲/۵ ۵

یُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾

پھر آئینگے **ف۱** اور مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا **ف۲** بیشک تھا وہ سچا نبی **ف۳**

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ

جب کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے کیوں پوجتا ہے اُس کو جو نہ سُنے اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے

عَنْکَ شَیْـًٔا ﴿۴۲﴾ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ

تیرے کچھ **ف۴** اے باپ میرے مجھ کو آئی ہے خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی

فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ﴿۴۳﴾ یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ

سو میری راہ چل دکھلادوں تجھ کو راہ سیدھی **ف۵** اے باپ میرے مت پُوج شیطان کو

اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ

بیشک شیطان ہے رحمٰن کا نافرمان **ف۶** اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں

یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَکُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ

آلگے تجھ کو ایک آفت رحمٰن سے پھر تو ہو جائے شیطان کا ساتھی **ف۷** وہ بولا

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ

کیا تو پھرا ہوا ہے میرے ٹھاکروں سے اے ابراہیم اگر تو باز نہ آئیگا تو تجھ کو سنگسار کرونگا

وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْکَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ

اور دُور ہو جا میرے پاس سے ایک مدّت **ف۸** کہا تیری سلامتی رہے **ف۹** میں گناہ بخشواؤنگا تیرا اپنے رب سے، بیشک وہ

کَانَ بِیْ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُکُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ

ہے مجھ پر مہربان **ف۱۰** اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور

اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا

میں بندگی کرونگا اپنے رب کی، امید ہے کہ نہ رہونگا اپنے رب کی بندگی کر کر محروم **ف۱۱** پھر جب

اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ

جُدا ہوا اُن سے اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا بخشا ہم نے اُسکو اسحٰق اور

ثلٰثہ کی حدیث اور "نحن احق بالشک من ابراہیم" وغیرہ روایات میں کذب وشک کے وہ معنی مراد نہیں جو سطح کلام سے مفہوم ہوتے ہیں۔ **ف۴** یعنی جو چیز دیکھتی سُنتی ہو اور مشکلات میں کچھ کام آسکے مگر واجب الوجود نہ ہو، اُسکی عبادت بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک پتھر کی بے جان مُورتی جو نہ سُنے نہ دیکھے نہ ہمارے کسی کام آئے، خود ہمارے ہاتھ کی تراشی ہوئی، اُس کو معبود ٹھہرا لینا کسی عاقل اور خود دار کا کام نہیں ہو سکتا۔ **ف۵** یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توحید و معاد وغیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائق شریعت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کروگے تو سیدھی راہ پر لے چلونگا۔ جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہو اسکے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ **ف۶** بتوں کو پُوجنا شیطان کے اغوا سے ہوتا ہو اور شیطان اس حرکت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہو۔ اس لحاظ سے بتوں کی پرستش گویا شیطان کی پرستش ہوئی۔ اور نافرمان کی پرستش رحمان کی انتہائی نافرمانی ہے۔ شاید لفظ "عصیًّا" میں ادھر بھی توجہ دلائی ہو کہ شیطان کی پہلی نافرمانی کا اظہار اُس وقت ہوا تھا، جب تمہارے باپ آدم کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا گیا، لہٰذا اولاد آدم کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہو کہ رحمٰن کو چھوڑ کر اپنے اُس قدیم ازلی دشمن کو معبود بنالیں۔ **ف۷** یعنی رحمٰن کی رحمت عظیمہ تو چاہتی ہو کہ تمام بندوں پر شفقت و مہربانی ہو، لیکن تیری بداعمالیوں کی شامت سے ڈر ہو کہ ایسے حلیم و مہربان خدا کو غصہ نہ آجائے اور تجھ پر کوئی سخت آفت نازل نہ کردے جس میں پھنس کر تو ہمیشہ کے لئے شیطان کا ساتھی بن جائے یعنی کفر و شرک کی مزاولت سے آئندہ ایمان و توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو اور اولیاء الشیطان کے گروہ میں شامل کر کے دائمی عذاب میں ڈھکیل دیا جائے۔ عموماً مفسرین نے

(باقی صفحہ ۴۱۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۱۴ - یہی معنی لئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی کفر کے وبال سے کچھ آفت آئے اور تو مدد مانگنے لگے شیطان سے یعنی بتوں سے، اکثر لوگ ایسے ہی وقت شرک کرتے ہیں"۔ واللہ اعلم۔ ف۸ باپ نے حضرت ابراہیم کی تقریر سُن کر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تو ہمارے معبودوں سے بدعقیدہ ہے۔ بس اپنی بداعتقادی اور وعظ و نصیحت کو رہنے دے، ورنہ تجھ کو کچھ اور سُننا پڑیگا بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار ہونا پڑیگا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے ایک مُدت (عمر بھر) کے لئے دُور ہو جا۔ مَیں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس سے پہلے کہ مَیں تجھ پر ہاتھ اُٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔ ف۹ یہ رخصت یا متارکت کا سلام ہے۔ جیسے ہمارے محاورات میں ایسے موقع پر کہدیتے ہیں کہ فلاں بات یوں ہے تو ہمارا اسلام لو۔" دوسری جگہ فرمایا "وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ" (القصص رکوع ۶) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "معلوم ہوا اگر دین کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور گھر سے نکالنے لگیں اور بیٹا ماں باپ کو میٹھی بات کہہ کر نکل جائے، وہ بیٹا عاق نہیں"۔ ف۱۰ اُمید ہے اپنی مہربانی سے میرے باپ کے گناہ معاف فرما دیگا۔ حضرت ابراہیم نے استغفار کا وعدہ ابتداءً کیا تھا۔ چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ یہ بحث سورۂ توبہ (براءۃ) میں "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ" الخ کے تحت میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ کرلی جائے۔ ف۱۱ یعنی میری نصیحت کا جب کوئی اثر تم پر نہیں، بلکہ اُلٹا مجھے دھمکیاں دیتے ہو، تو اب مَیں خود تمہاری بستی میں رہنا نہیں چاہتا۔ تم کو اور تمہارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر وطن سے ہجرت کرتا ہوں تاکہ یکسو ہو کر اطمینان سے خدائے واحد کی عبادت کر سکوں۔ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کامل اُمید ہے کہ اُسکی بندگی کر کے مَیں محروم و ناکام نہیں رہونگا۔ غربت و بیکسی میں جب اُسکو پکارونگا، اُدھر سے ضرور اجابت ہوگی۔ میرا خدا پتھر کی مورتی نہیں کہ کتنا ہی چیخو چلاؤ سُن ہی نہ سکے۔

يَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝۴۹ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

یعقوب اور دونوں کو نبی کیا ف۱ اور دیا ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے اور کیا

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝۵۰ۧ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ

اُنکے واسطے سچا بول اُونچا ف۲ اور مذکور کر کتاب میں موسٰی کا ف۳ بیشک وہ تھا

مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۱ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ

چُنا ہوا اور تھا رسُول نبی ف۴ اور پکارا ہم نے اُس کو داہنی طرف سے طور پہاڑ

الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝۵۲ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

کی اور نزدیک بُلایا اُسکو بھید کہنے کو ف۵ اور بخشا ہم نے اُس کو اپنی مہربانی سے بھائی اُس کا ہارون

نَبِيًّا ۝۵۳ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ

نبی ف۶ اور مذکور کر کتاب میں اسمٰعیل کا وہ تھا وعدہ کا سچا اور

كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۴ۚ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَ

تھا رسُول نبی ف۷ اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا ف۸ اور

كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝۵۵ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ

تھا اپنے رب کے یہاں پسندیدہ ف۹ اور مذکور کر کتاب میں ادریس کا وہ تھا

صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝۵۶ۙ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۵۷ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ

سچا نبی ف۱۰ اور اُٹھا لیا ہمنے اُسکو ایک اُونچے مکان پر ف۱۱ یہ وہ لوگ ہیں جن پر انعام کیا

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۤ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ

اللہ نے پیغمبروں میں آدم کی اولاد میں اور اُن میں جنکو سوار کر لیا ہمنے نوح کیساتھ

وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَاۗءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا

اور ابراہیم کی اولاد میں اور اسرائیل کی ف۱۲ اور اُن میں جن کو ہمنے ہدایت کی اور پسند کیا ف۱۳ جب

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝۵۸ ۞ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ

اُن کو سنائے آیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے ف۱۴ پھر اُن کی جگہ آئے

فوائد صفحہ ہٰذا - ف۱ یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اپنوں سے دُور پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہتر اپنے دیئے تاکہ غریب الوطنی کی وحشت دُور ہو اور اُنس و سکون حاصل کریں۔ شاید یہاں حضرت اسمٰعیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ اُن کے پاس نہیں رہے بچپن ہی میں جُدا کر دیئے گئے تھے۔ نیز اُن کا مستقل تذکرہ آگے آنیوالا ہے۔ (تنبیہ) حضرت اسحٰق حضرت ابراہیم کے بیٹے اور حضرت یعقوب حضرت اسحٰق کے بیٹے ہیں۔ ان ہی سے سلسلہ بنی اسرائیل کا چلا۔ جن میں سیکڑوں نبی ہوئے۔

ف۲ یعنی اپنی رحمت خاصہ سے اُن کو بڑا حصہ عنایت فرمایا اور دنیا میں بول بالا کیا اور ہمیشہ کے لئے اُن کا ذکر خیر جاری رکھا چنانچہ تمام مذاہب و ملل اُن کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں اور اُمتِ محمدیہ دائماً اپنی نمازوں میں پڑھتی ہے۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"۔ فی الحقیقت یہ حضرت ابراہیم کی دُعا "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ" کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

ف۳ یعنی قرآن کریم میں جو حال موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا جا رہا ہے لوگوں کے سامنے ذکر کیجئے۔ کیونکہ وہ اسحٰقؑ و یعقوبؑ کی نسل سے اسرائیلی سلسلہ کے اولوالعزم پیغمبر اور مُشرّع اعظم ہوئے ہیں۔ اور جس طرح حضرت یحییٰؑ و عیسٰیؑ کے تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کی اصلاح اور ابراہیمؑ کے ذکر میں مشرکین مکہ کو متنبہ کرنا مقصود تھا، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تذکرہ سے شاید "یہود" کو بتانا ہو کہ قرآن کس قدر کشادہ دلی سے اُنکے مقتدائے اعظم کے واقعی کمالات و محاسن کا اعلان کرتا ہے۔ یہود کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس جلیل القدر پیغمبر کی صریح پیشین گوئی کے موافق اسمٰعیلی نبی (محمد صلعم) کی رسالت و نبوت کا کھلے دل سے اعتراف کریں۔ شاید اسی لئے حضرت موسیٰ کے بعد روئے سخن حضرت اسمٰعیل کی طرف پھیر دیا گیا۔

ف۴ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے وہ "نبی" ہے انبیا میں سے جن کو خصوصی امتیاز حاصل ہو یعنی مکذبین کے مقابلہ پر جُدا گانہ اُمت کی طرف مبعوث ہوں یا نئی کتاب اور مستقل شریعت رکھتے ہوں وہ "رسول نبی" یا "نبی رسول" کہلاتے ہیں۔ شرعیات میں جزئی تصرف مثلاً کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید وغیرہ رسول کے ساتھ مخصوص نہیں عام انبیاء بھی کر سکتے ہیں۔ باقی غیر انبیاء پر رسُول یا مرسل کا اطلاق جیسا کہ قرآن کے بعض مواضع میں پایا جاتا ہے وہ اس معنی مصطلح کے اعتبار سے نہیں۔ وہاں دوسری حیثیات معتبر ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی موسیٰ علیہ السلام جب آگ کی چمک محسوس کر کے "طور" پہاڑ کی اُس مبارک و میمون جانب میں پہنچ گئے جو اُنکے دائیں ہاتھ مغرب کی طرف واقع تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو پکارا اور ہمکلامی کا شرف بخشا تفصیل سورۂ "طٰہٰ" میں آئیگی۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اُس وقت ہر جہت اور ہر بُن مُو سے خدا کا کلام سُن رہے تھے جو بدون توسط فرشتے کے ہو رہا تھا۔ اور روحانی طور پر اس قدر قرب و علو حاصل تھا کہ غیبی قلموں کی آواز سنتے تھے جن سے تورات نقل کی جا رہی تھی۔ وحی کو "بھید" اس لئے فرمایا کہ اُس وقت کوئی بشر استماع میں شریک نہ تھا۔ گو بعد میں اوروں کو بھی خبر کر دی گئی۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے کام میں مددگار ہوئے جیسا کہ اُنہوں نے خود درخواست کی تھی۔ "وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ" (القصص رکوع ۴) اور "وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي" الخ (طٰہٰ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے درخواست قبول فرمائی اور ہارون کو نبی بنا کر اُن کی اعانت و تقویت کے لئے دے دیا۔ ویسے عمر میں حضرت ہارون بڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی نے اپنے بھائی کے لئے اس سے بڑی شفاعت نہیں کی جو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کے لئے کی تھی۔ ف۷ اس سے حضرت اسمٰعیل کی فضیلت حضرت اسحٰق پر ظاہر ہوتی ہے کیونکہ انکو صرف نبی فرمایا۔

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۲ - اور اسمٰعیل کو رسول نبی کہا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وَلَدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ" (ابراہیم کی اولاد میں سے اللہ نے اسمٰعیل کو چن لیا) حضرت اسمٰعیل عرب حجاز کے مورث اعلیٰ اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں جو ابراہیمی شریعت دے کر "بنی جرہم" کی طرف مبعوث ہوئے۔ اُن کا صادق الوعد ہونا مشہور تھا۔ خدا سے یا بندوں سے جو وعدہ کیا پورا کر کے دکھلایا۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تو آئے میں اسی جگہ رہونگا۔ کہتے ہیں وہ ایک برس نہ آیا، یہ وہیں رہے۔ نبی کریم صلعم سے بھی منقول ہے کہ قبل از بعثت آپ نے عبداللہ بن ابی الحمساء سے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریئے میں ابھی آتا ہوں۔ آپ تین دن تک اُسی جگہ رہے۔ جب وہ واپس آیا تو فرمایا کہ تو نے ہم کو تکلیف دی میں حسب وعدہ تین دن سے یہیں ہوں" حضرت اسمٰعیل کے وعدہ کی انتہائی سچائی اُس وقت ظاہر ہوئی جب اپنے باپ ابراہیم سے کہا تھا "یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ" (صافات۔ رکوع ۳) اور اسی طرح کر کے دکھایا۔ **ف۸** کیونکہ گھر والے قریب ہونے کی وجہ سے ہدایت کے اوّل مستحق ہیں۔ ان سے آگے کو سلسلہ چلتا ہے۔ اسی لئے دوسری جگہ فرمایا "وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" (طٰہٰ۔ رکوع ۸) اور "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" (تحریم۔ رکوع ۱) خود نبی کریم صلعم کو بھی یہی ارشاد ہوا "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" (شعراء۔ رکوع ۱۱) بعض کہتے ہیں کہ یہاں "اہل" سے اُنکی ساری قوم مراد ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں "اَھْلَہٗ" کی جگہ "قَوْمَہٗ" تھا۔ واللہ اعلم۔

ف۹ یعنی دوسروں کو ہدایت کرنا اور خود اپنے اقوال و افعال میں پسندیدہ مستقیم الحال اور مرضی الخصال تھا۔

ف۱۰ راجح یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام حضرت آدمؑ اور نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں نجوم و حساب کا علم قلم سے لکھنا، کپڑا سینا، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا اوّل ان ہی سے چلا۔ واللہ اعلم۔ شبِ معراج میں نبی کریمؐ کی چوتھے آسمان پر اُن سے ملاقات ہوئی۔

ف۱۱ یعنی قرب و عرفان کے بہت بلند مقام اور اُونچی جگہ پر پہنچایا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کی طرح وہ بھی زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ آسمان پر لے جا کر روح قبض کی گئی۔ اُنکے متعلق بہت سی اسرائیلیات مفسّرین نے نقل کی ہیں۔ ابن کثیر نے اُن پر تنقید کی ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۱۲ یعنی جن انبیاء کا ابتدائے سورۃ سے یہاں تک ذکر ہوا۔ اسی قسم کے لوگوں پر حق تعالیٰ نے اپنے انعامات کی بارش کی ہے۔ یہ سب آدمؑ کی اولاد ہیں اور ادریسؑ کے سوا باقی سب ان کی اولاد بھی ہیں جنہیں نوحؑ کے ساتھ ہم نے کشتی پر سوار کیا تھا۔ اور بعض ابراہیمؑ کی ذریت میں ہیں۔ مثلاً اسحٰق یعقوب، اسمٰعیل علیہم السلام اور بعض اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ مثلاً موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام۔

ف۱۳ یعنی طریق حق کی طرف ہدایت کی اور منصب نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا۔

ف۱۴ یعنی باوجود اس قدر علو مقام اور معراج کمال پر پہنچنے کے شانِ عبودیت و بندگی میں کامل ہیں۔ اللہ کا کلام سُن کر اور اُس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کیساتھ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اُس کو یاد کر کے روتے ہیں۔ اسی لئے علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہیئے۔ تا اُن مقربین کے طرزِ عمل کو یاد کر کے ایک طرح کی مشابہت اُن سے حاصل ہو جائے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم پڑھ کر سجدہ کیا اور فرمایا "ھٰذَا السُّجُوْدُ فَاَیْنَ الْبُکِیُّ" (یہ تو سجدہ ہوا، آگے بکاء کہاں ہے) بعض مفسّرین نے یہاں "آیات الرحمٰن" سے خاص آیات سجود اور "سجدا" سے سجود تلاوت مراد لیا ہے۔ مگر ظاہر وہی ہے جو تقریر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ، اگر رونا نہ آئے تو (کم از کم) رونے کی صورت بنا لو۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾

ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے مزوں کے سو آگے دیکھ لیں گے گمراہی کو ف۱

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ

مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کی نیکی سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں اور

لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ

اُن کا حق ضائع نہ ہو گا کچھ ف۲ باغوں میں بسنے کے جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں سے

بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا

اُنکے بن دیکھے بیشک ہے اُس کے وعدہ پر پہنچنا ف۳ نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے

سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ

سلام ف۴ اور اُن کے لئے ہے اُن کی روزی وہاں صبح اور شام ف۵ یہ وہ بہشت ہے جو

نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ

میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں جو کوئی ہو گا پرہیزگار ف۶ اور ہم نہیں اُترتے مگر حکم سے تیرے رب کے

لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ۚ

اُسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اُسکے بیچ میں ہے اور تیرا رب نہیں ہے بھولنے والا ف۷

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ

رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو اُن کے بیچ ہے، سو اُسی کی بندگی کر اور قائم رہ اُسکی بندگی پر ف۸

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ۧ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ

کسی کو پہچانتا ہے تو اُسکے نام کا ف۹ اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مرجاؤں تو پھر

اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ

نکلونگا زندہ ہو کر ف۱۰ کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہم نے اُس کو بنایا پہلے سے اور

لَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ

وہ کچھ چیز نہ تھا ف۱۱ سو قسم ہے تیرے رب کی ہم گھیر بلائینگے اُنکو اور شیطانوں کو ف۱۲ پھر سامنے لائیں گے

ع ۱۵ ۷

فوائد صفحہ ہذا - **ف۱** وہ تو اگلوں کا حال تھا۔ یہ پچھلوں کا ہے کہ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے۔ نماز جو اہم العبادات ہے اُسے ضائع کر دیا۔ بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے۔ بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں۔ بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط و حقوق کی رعایت نہ کی۔ ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کو دیکھ لیگا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزاؤں میں پھنساتی ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اُس بدترین وادی میں دھکیلا جائیگا جس کا نام ہی "غَیّ" ہے۔ **ف۲** یعنی توبہ کا دروازہ ایسے مجرموں کے لئے بھی بند نہیں جو گنہگار سچے دل سے توبہ کر کے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اپنا چال چلن درست رکھے بہشت کے دروازے اُسکے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ توبہ کے بعد جو نیک اعمال کریگا سابق جرائم کی بنا پر اُس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائیگی نہ کسی قسم کا حق ضائع ہو گا۔ حدیث میں ہے۔ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ" (گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہ تھا) اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ **ف۳** جب یہ بندے اُن دیکھی چیزوں پر پیغمبروں کے فرمانے سے ایمان لائے، بن دیکھے خدا کی عبادت کی، تو اللہ نے اُن سے جنت کی اُن دیکھی نعمتوں کا وعدہ فرما لیا۔ جو ضرور بالضرور پورا ہو کر رہیگا۔ کیونکہ خدا کے وعدے بالکل حتمی اور اٹل ہوتے ہیں۔ **ف۴** یعنی جنّت میں لغو و بیکار باتیں اور بیہودہ شور و شغب نہ ہو گا۔ ہاں فرشتوں اور مومنین کی طرف سے "سلام علیک" کی آوازیں بلند ہونگی۔ **ف۵** صبح و شام سے جنت کی صبح و شام مراد ہے۔ وہاں دنیا کی طرح طلوع و غروب نہ ہو گا جس سے رات دن اور صبح و شام مقرر کی جائے۔ بلکہ خاص قسم کے انوار کا توارد و تنوع ہو گا جس کے ذریعہ سے صبح و شام کی تحدید و تعیین کی جائیگی۔ حسب عادت و معمول صبح و شام

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۳ - جنت کی روزی پہنچے گی - ایک منٹ کے لئے بھوک کی تکلیف نہیں ستائیگی - وہ روزی کیا ہوگی؟ اسکی کیفیت خدا ہی جانے - حدیث میں ہے "یُسَبِّحُوْنَ اللّٰہَ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا" (جنتی صبح وشام حق تعالیٰ کی تسبیح کہینگے) گویا جسمانی غذا کے ساتھ رُوحانی غذا بھی ملتی رہیگی۔ ف۶ یعنی میراث آدم کی کہ اوّل انکو بہشت ملی ہی - اور شاید لفظ میراث اس لئے اختیار فرمایا ہو کہ اقسام تملیک میں یہ سب سے زیادہ اتم واحکم قسم ہے جس میں نہ فسخ کا احتمال نہ لوٹائے جانے کا نہ ابطال واقالہ کا۔ ف۷ ایک مرتبہ جبریل کئی روز تک نہ آئے - آپ منتقبض تھے - کفار نے کہنا شروع کیا کہ محمد کو اسکے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا ہے - اس طعن سے آپ اور زیادہ دلگیر ہوئے - آخر جبریل تشریف لائے - آپ نے اتنے روز تک نہ آنے کا سبب پوچھا - اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا "مَا یَمْنَعُکَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَکْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا" (جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟) اللہ تعالیٰ نے جبریل کو سکھلایا کہ جواب میں یوں کہو - "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ الخ" یہ کلام ہوا اللہ کا جبریل کی طرف سے - جیسا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، میں ہم کو سکھلایا ہی - حاصل جواب یہ ہی کہ ہم خالص عبد مامور ہیں - بدون حکم الٰہی ایک پر نہیں ہلا سکتے - ہمارا چڑھنا اُترنا سب اُسکے حکم واذن کے تابع ہے - وہ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانے ہم کو نیچے اُترنے کا حکم دے - کیونکہ ہر زمانہ (ماضی، مستقبل، حال) اور ہر مکان (آسمان زمین اور اُنکے درمیان) کا علم اُسی کو ہی اور وہ ہی ہر چیز کا مالک وقابض ہے - وہ ہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے - مقرب ترین فرشتہ اور معظم ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے یا کسی کو اپنے پاس بُلالے خدا کا ہر کام برمحل اور بروقت ہے - بھول چوک یا نسیان وغفلت کی اُسکی بارگاہ میں رسائی نہیں - مطلب یہ ہے کہ جبریل کا جلد یا بدیر آنا بھی اُسکی حکمت ومصلحت کے تابع ہی - (تنبیہ اوّل) "ہمارے آگے پیچھے" کہا آسمان وزمین کو - اُترتے ہوئے زمین آگے، آسمان پیچھے، چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یہ آگے - اور اگر "آگے پیچھے" سے تقدم و تاخر زمانی مراد ہو تو زمانہ مستقبل آگے آنیوالا اور زمانہ ماضی پیچھے گذر چکا ہے اور زمانہ حال دونوں کے بیچ میں واقع ہے۔

حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۶۸ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ

گرد دوزخ کے گھٹنوں پر گرے ہوئے ف۱ پھر جُدا کر لینگے ہم ہر ایک فرقہ میں سے جونسا اُن میں سے سخت رکھتا تھا

عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۶۹ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ۷۰

رحمٰن سے اکڑ پھر ہم کو خوب معلوم ہے جو بہت قابل ہیں اُس میں داخل ہونے کے ف۲

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۷۱ ثُمَّ

اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اُس پر ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر پھر

نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۷۲ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

بچا دینگے ہم اُن کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دینگے گنہگاروں کو اُس میں اوندھے گرے ہوئے ف۳ اور جب سنائے اُن کو

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ

ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں جو لوگ کہ منکر ہیں ایمان والوں کو دونوں فرقوں میں کس کا

مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۷۳ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ

مکان بہتر ہی اور کس کی اچھی لگتی ہی مجلس ف۴ اور کتنی ہلاک کر چکے ہم پہلے اُن سے جماعتیں وہ اُن سے بہتر تھے

اَثَاثًا وَّرِءْيًا ۷۴ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ

سامان میں اور نمود میں ف۵ تو کہہ جو رہا بھٹکتا سو چاہیئے اُسکو کھینچ لے جائے رحمٰن لنبا ف۶

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ

یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ ہوا تھا اُن سے یا آفت اور یا قیامت سو تب معلوم کر لیں گے

مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۷۵ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا

کس کا بُرا ہی مکان اور کس کی فوج کمزور رہے ف۷ اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ سوجھنے والوں کو

هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۷۶

سوجھ ف۸ اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر رکھتی ہیں تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر پھر جانے کو جگہ ف۹

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۷۷ ۭ

بھلا تو نے دیکھا اُس کو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے اور کہا مجھ کو مل کر رہیگا مال اور اولاد ف۱۰

(تنبیہ دوم) پہلے فرمایا تھا کہ جنت کے وارث اتقیاء (خدا سے ڈرنے والے پرہیز گار) ہیں - اس آیت میں بتلا دیا کہ ڈرنے کی لائق وہ ہی ذات ہوسکتی ہے جس کے قبضہ میں تمام زمان ومکان ہیں - اور جس کے حکم واجازت کے بدون بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پر نہیں ہلا سکتا - انسان کو چاہئے اگر وہ جنت کی میراث لینا چاہتا ہی کہ فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا مطیع ومنقاد بن جائے - اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جو خدا اپنے مخلص بندوں کو یہاں نہیں بھولتا، وہاں بھی نہیں بھولیگا - ضرور جنت میں پہنچا کر چھوڑیگا - ہاں ہر چیز کا ایک وقت ہے جنت میں ہر ایک کا نزول بھی اپنے اپنے وقت پر ہوگا - اور جیسے یہاں پیغمبر کے پاس فرشتے حکم الٰہی کے موافق وقت معین پر آتے ہیں - جنت میں جنتیوں کی غذا، روحانی وجسمانی بھی صبح وشام اوقات مقررہ پر آئے گی۔

ف۸ یعنی کسی کے کہنے سننے کی پروا مت کر - اپنے دل کو خدا کی بندگی پر جمائے رکھ جو سارے جہان کا رب ہے اور سب سے نرالی صفات رکھتا ہے۔

ف۹ اللہ کے نام اُسکی صفات ہیں یعنی کوئی ہی اُسکی صفت کا؟ جس میں اُس جیسی صفات موجود ہوں؟ جب کوئی نہیں تو بندگی کے لائق اور کون ہوسکتا ہے؟

ف۱۰ گذشتہ رکوع میں نیکوں اور بدوں کا انجام بیان فرمایا تھا جو مرنے کے بعد ہوگا - جو لوگ مر کر زندہ ہونے کو محال یا مستبعد سمجھتے ہیں یہاں اُن کے شبہات کا جواب دیا جاتا ہی یعنی آدمی انکار وتعجب کی راہ سے کہتا ہی کہ مر گل کر جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں اور مٹی میں ملکر مٹی بن گئے - کیا اُسکے بعد پھر ہم قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائینگے - اور پردۂ عدم سے نکل کر پھر منصۂ وجود پر جلوہ گر ہونگے۔

ف۱۱ یعنی آدمی ہو کر اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتا کہ چند روز پہلے وہ کوئی چیز نہ تھا - حق تعالیٰ نے نابود سے بود کیا - کیا وہ ذات جو لاشئے کو شئے اور معدوم محض کو موجود کر دے، اس پر قادر نہیں کہ ایک چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کر سکے - آدمی کو اپنی پہلی ہستی کی کیفیت یاد نہیں رہی جو دوسری ہستی کا مذاق اُڑاتا ہی وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ (الروم - رکوع ۳) ف۱۲ یعنی یہ منکرین اُن شیاطین کی معیت میں قیامت کے دن خدا کے سامنے حاضر کیے جائینگے جو اغوا کر کے اُنہیں گمراہ کرتے تھے، ہر مجرم کا شیطان اُسکے ساتھ پکڑا ہوا آئیگا۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی مارے دہشت کے کھڑے سے گر پڑینگے اور چین سے بیٹھ بھی نہ سکیں گے - یہ ہی ہوا گھٹنوں پر گرنا - ف۲ یعنی منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش، سرکش اور اکڑباز تھے، انہیں عام مجرموں سے علیحدہ کر لیا جائیگا - پھر اُن میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا وہ خدا کے علم میں ہی اُسکو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائیگا - ف۳ یعنی ہر نیک وبد، مجرم وبری اور مومن وکافر کے لئے حق تعالیٰ قسم کھا چکا اور فیصلہ کر چکا ہی کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اُس کا گذر ہوگا کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ پر کو گیا ہی جسے عام محاورات میں "پلصراط" کہتے ہیں، اُس پر لامحالہ سب کا گذر ہوگا، خدا سے ڈرنیوالے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گذر جائینگے اور گنہگار اُلجھ کر دوزخ میں گر پڑینگے - (العیاذ باللہ) پھر کچھ مُدّت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق، نیز انبیاء، ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے، اور آخر میں براہ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا - دوزخ سے نکالے جائینگے، صرف کافر باقی رہ جائینگے اور دوزخ کا مُنہ بند کر دیا جائیگا - بعض روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائیگا مگر صالحین پر وہ آگ برد وسلام بن جائیگی، وہ بے کھٹکے

(بقیہ صفحہ ۴۱۵)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۴ - اُس میں سے گذر جائینگے - واللہ اعلم - امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں فلیراجع - ف۴ یعنی کفار قرآن کی آیتیں سُن کر جنمیں اُن کا بُرا انجام بتلایا گیا ہی سنتے ہیں اور بطور استہزاء و تفاخر غریب مسلمانوں سی کہتے ہیں کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئیگا دونوں فریق کی موجودہ حالت اور دنیوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا - کیا آج ہمارے مکانات، فرنیچر، اور بود و باش کے سامان تم سے بہتر نہیں اور ہماری مجلس (یا سوسائٹی) تمہاری سوسائٹی سے معزز نہیں یقیناً ہم جو تمہارے نزدیک باطل پر ہیں، تم اہل حق سی زیادہ خوشحال اور جتھے والے ہیں - جو لوگ آج ہم سی خوف کھا کر کوہ صفا کی گھاٹی میں نظر بند ہوں، کیا گمان کیا جا سکتا ہی کہ کل وہ چھلانگ مار کر جنت میں جا پہنچیں گے ؟ اور ہم دوزخ میں پڑے جلتے رہینگے ؟

ف۵ یہ اُنکی بات کا جواب دیا کہ پہلے ایسی بہت قومیں گذر چکی ہیں جو دنیا کے ساز و سامان اور شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر و تفاخر کو اپنا شعار بنا لیا، خدا تعالیٰ نے اُنکی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں اُن کا نشان بھی باقی نہ رہا پس آدمی کو چاہئے کہ دنیا کی فانی ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے - عموماً متکبر دولتمند ہی حق کو ٹھکرا کر نہنگ ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں - مال اولاد یا دنیوی خوشحالی مقبولیت اور حُسن انجام کی دلیل نہیں - ف۶ یعنی جو خود گمراہی میں جا پڑا اُسے گمراہی میں جانے دے - کیونکہ دنیا جانچنے کی جگہ ہی - یہاں ہر ایک کو عمل کی فی الجملہ آزادی دی گئی ہی، خدا تعالیٰ کی عادت اور حکمت کا اقتضاء یہ ہی کہ جو اپنے کسب و ارادہ سے کوئی رستہ اختیار کر لے اُس کو نیک و بد سے خبردار کر دینے کے بعد اسی راستہ پر چلنے کے لئے ایک حد تک آزاد چھوڑ دے - اسی لئے جو بدی کی راہ چل پڑا اُسکے حق میں دنیا کی مُرفہ الحالی اور درازی عمر وغیرہ تباہی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے نیک و بد یہاں رلے ملے ہیں آخرت میں پوری طرح جدا ہونگے - اصلی بھلائی بُرائی وہاں ملیگی -

ف۷ یعنی کفار مسلمانوں کو ذلیل و کمزور اور اپنے کو معزز و طاقتور سمجھتے ہیں - اپنے عالیشان محلات اور بڑی بڑی فوجوں اور جتھوں پر اتراتے ہیں کیونکہ خدا نے ابھی اُن کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہی جس وقت گلا دبایا جائیگا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا قیامت کے بعد، تب پتہ لگیگا کہ کس کا مکان بُرا ہی اور کس کی جمعیت کمزور ہی - اُس موقع پر تمہارے سامان اور لشکر کچھ کام نہ آئینگے -

ف۸ یعنی جیسے گمراہوں کو گمراہی میں لمبا چھوڑ دیتا ہے، اُنکے بالمقابل سوجھ بوجھ کر راہ ہدایت اختیار کر لیں اُنکی سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہی جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر بگ ٹُٹ اُڑے چلے جاتے ہیں -

ف۹ یعنی دنیا کی رونق رب کے ہاں کام کی نہیں - نیکیاں سب رہینگی اور دنیا نہ رہیگی - آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلہ اور بہترین انجام ملیگا -

ف۱۰ یعنی کفر کے باوجود آپ نے یہ جرأت دیکھی، ایک کافر مالدار ایک مسلمان لوہار کو کہنے لگا تو مسلمانی سے منکر ہو تو تیری مزدوری دوں - اُس نے کہا اگر تو مرے اور پھر جئے تو بھی میں منکر نہ ہوں - اُس نے کہا اگر مر کر پھر جیونگا تو یہی مال و اولاد وہاں بھی ہوگا، تجھ کو مزدوری وہاں دیدونگا - اُس پر یہ آیت نازل ہوئی - یعنی وہاں دولت ملتی ہی ایمان سی، کافر چاہی کہ یہاں کی دولت وہاں ملے، یا کفر کے باوجود اُخروی عیش و تنعم کے مزے اُڑائے یہ کبھی نہیں ہو سکتا.

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا
کیا جھانک آیا ہی غیب کو، یا لے رکھا ہے رحمٰن سے عہد ف۱ یہ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو
يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا
وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائینگے اُس کو عذاب میں لمبا ف۲ اور ہم لے لینگے اُسکے مرنے پر جو کچھ وہ بتلا رہا ہی اور آئیگا
فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ
ہمارے پاس اکیلا ف۳ اور پکڑ رکھا ہی لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود تاکہ وہ ہوں اُن کے لئے مدد، ہرگز نہیں ف۴
سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ
وہ منکر ہونگے اُن کی بندگی سے اور ہو جائینگے اُن کے مخالف ف۵ تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے
اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ
چھوڑ رکھے ہیں شیطان منکروں پر اچھالتے ہیں اُن کو اُبھار کر سو تو جلدی نہ کر اُن پر
اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾
ہم تو پوری کرتے ہیں اُنکی گنتی ف۶ جس دن ہم اکٹھا کر لائینگے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بلائے ہوئے
وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا
اور ہانک لے جائینگے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ف۷ نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر
مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾
جس نے لے لیا ہے رحمٰن سے وعدہ ف۸ اور لوگ کہتے ہیں رحمٰن رکھتا ہے اولاد ف۹
لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـــًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ
بیشک تم آپھنسے ہو بھاری چیز میں ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو
الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا
زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد ف۱۰ اور
يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
نہیں پھبتا رحمٰن کو کہ رکھے اولاد ف۱۱ کوئی نہیں آسمان

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی ایسے یقین و وثوق سی جو دعویٰ کر رہا ہے کیا غیب کی خبر پالی ہی ؟ یا خدا سے کوئی وعدہ لے چکا ہی ؟ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں - ایک گندے کافر کی کیا بساط کہ وہ اس طرح کی غیبیات تک رسائی حاصل کرلے ؟ رہا خدا کا وعدہ، وہ اُن لوگوں سے ہو سکتا ہی جنہوں نے اپنا عہد پورا کرکے "لا الٰہ الا اللہ" اور عمل صالح کی امانت خدا کے پاس رکھ دی ہے -

ف۲ یعنی یہ قول بھی شامل مِسل کر لیا جائیگا - اور مال و اولاد کی جگہ اُسکی سزا بڑھا دی جائے گی -

ف۳ "جو بتلا رہا ہے" یعنی مال اور اولاد - چنانچہ اُس کافر کے دونوں بیٹے مسلمان ہوئے (کذافی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ یہ چیزیں اُس سی الگ کر لی جائینگی - قیامت میں اکیلا حاضر ہوگا نہ مال کام آئیگا نہ اولاد ساتھ دیگی - ف۴ یعنی مال و اولاد سے بڑھ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے اُمیدوار ہیں کہ وہ اُنکو خدا کے ہاں بڑے بڑے درجے دلائینگے - حالانکہ ہرگز ایسا ہونیوالا نہیں محض سودائے خام ہی جو اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں - ف۵ یعنی وہ معبود مدد تو کیا کرتے، خود اُنکی بندگی سے بیزار ہونگے - اور اُنکے مدمقابل ہو کر بجائے عزت بڑھانے کے اور زیادہ ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہی "وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ" (الاحقاف رکوع ۱) ف۶ یعنی شیطان انہی بدبختوں کو گمراہی کا بڑھاوا دیتا اور انگلیوں پر نچاتا رہتا ہی جنہوں نے خود کفر و انکار کا شیوہ اختیار کر لیا - اگر ایسے اشقیاء شیطان کی تحریص و اغواء سے گمراہی میں لمبے جائیں تو جانے دیجئے، آپ اُنکی سزا دہی میں جلدی نہ کریں - اللہ تعالیٰ نے اُن کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے تا اُنکی زندگی کے گنے ہوئے دن پورے ہو جائیں - اُنکی ایک ایک سانس، ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل ہمارے یہاں گنا جا رہا ہی - ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی ہمارے احاطۂ علمی اور دفاتر اعمال سی باہر نہیں ہو سکتی - تمام عمر کے اعمال ایک ایک کرکے اُنکے سامنے رکھ دیے جائینگے - ف۷ جس طرح ڈھور ڈنگر پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف جاتے ہیں - اسی طرح مجرموں کو دوزخ کے گھاٹ اُتارا جائیگا - ف۸ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ دیا مثلاً ملائکہ، انبیاء، صالحین وغیرہم، وہ ہی درجہ بدرجہ سفارش کرینگے، بدون اجازت کسی کو زبان ہلانے کی طاقت نہ ہوگی - اور سفارش بھی اُن ہی لوگوں کی کر سکینگے جنکے حق میں سفارش کئے جانیکا وعدہ دیچکے ہیں - کافروں کیلئے شفاعت نہ ہوگی - (باقی

(الم ۴۱۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۵ - **ف۹** بہت آدمیوں نے تو غیر اللہ کو معبود ہی ٹھہرا لیا تھا، لیکن ایک جماعت وہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی مثلاً نصاریٰ نے مسیح کو بعض یہود نے عزیر کو خدا کا بیٹا کہا۔ اور بعض مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ العیاذ باللہ۔ **ف۱۰** یعنی یہ ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا سخت گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا جسے سنکر اگر آسمان زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اُٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے اور آسمان و زمین تک کے پرخچے اڑ جائیں محض اُس کا حلم مانع ہے کہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔ جس خداوند قدوس کی توحید پر آسمان، زمین، پہاڑ، غرض ہر علوی و سفلی چیز شہادت دے رہی ہے، انسان کی یہ جسارت کہ اُس کے لئے اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔ **ف۱۱** اُسکی شان تقدیس و تنزیہ اور کمال غنا کے منافی ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ نصاریٰ جس غرض کے لئے اولاد کے قائل ہوئے ہیں یعنی کفارہ کا مسئلہ، خدا تعالیٰ کو "رحمان" مان کر اُس کی ضرورت نہیں رہتی۔ **فوائد صفحہ ہذا** - **ف۱** یعنی سب خدا کی مخلوق اور اُسکے بندے ہیں اور بندے ہی بن کر اُسکے سامنے حاضر ہونگے پھر بندہ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جسکے سب محکوم و محتاج ہوں اُسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ **ف۲** یعنی ایک فرد بشر بھی اُسکی بندگی سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سب کو خدا کے سامنے جریدہ حاضر ہونا ہے اُس وقت تمام تعلقات اور ساز و سامان علیحدہ کر لئے جائینگے فرضی معبود اور بیٹے، پوتے کام نہ دینگے۔

وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾

اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر **ف۱** اُس کے پاس اُنکی شمار ہے اور گِن رکھی ہے اُن کی گنتی

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور ہر ایک اُنمیں آئیگا اُسکے سامنے قیامت کے دن اکیلا **ف۲** البتہ جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انہوں نے نیکیاں

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ

اُن کو دیگا رحمٰن محبت **ف۳** سو ہم نے آسان کر دیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشخبری

الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

سنادے تو ڈرنیوالوں کو، اور ڈرا دے جھگڑالو لوگوں کو **ف۴** اور بہت ہلاک کر چکے ہم اُن سے پہلے جماعتیں

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

آہٹ پاتا ہے تو اُن میں کسی کی یا سنتا ہے اُن کی بھنک **ف۵**

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿٢﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٣﴾

اس واسطے نہیں اُتارا ہمنے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے، مگر نصیحت کے واسطے اُسکی جو ڈرتا ہے **ف۶**

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿٤﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ

اُتارا ہوا ہے اُس کا جس نے بنائی زمین اور آسمان اُونچے **ف۷** وہ بڑا مہربان عرش پر

اسْتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ

قائم ہوا **ف۸** اُسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور اُن دونوں کے درمیان اور نیچے

الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

گیلی زمین کے **ف۹** اور اگر تو بات کہے پکار کر تو اُس کو تو خبر ہے چھپی ہوئی بات کی اور اُس سے بھی چھپی کی **ف۱۰** اللہ ہے

ف۳ یعنی اُن کو اپنی محبت دیگا، یا خود اُن سے محبت کریگا، یا خلق کے دل میں اُنکی محبت ڈالیگا۔ احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اول جبریل کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اُترتی ہوئی اُسکی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اُس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع و ضرر اُسکی ذات سے وابستہ نہ ہو، اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتداء مومنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوتی ہے، اُنکے قلوب میں اول اُسکی محبت ڈالی جاتی ہے، بعدہٗ قبول عام حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ابتداءً محض طبقۂ عوام میں حسن قبول حاصل ہونا اور بعد میں بعض خدا پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی وغیرہ سے اُسکی طرف جھکنا، مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں، خوب سمجھ لو۔ (تنبیہ) یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا، تھوڑے دنوں بعد ایسی طرح پورا ہوا کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے اُنکی وہ محبت و اُلفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

ف۴ یعنی قرآن کریم نہایت سہل و صاف زبان میں کھول کھول کر پرہیزگاروں کو بشارت سُناتا اور جھگڑالو لوگوں کو بدکرداریوں کے خراب نتائج سے خبردار کرتا ہے۔

ف۵ یعنی کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جا چکیں جن کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ آج اُنکے پاؤں کی آہٹ یا اُنکی لن ترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ پس جو لوگ اس وقت نبی کریم صلعم سے برسرِ مقابلہ ہو کر آیات اللہ کا انکار و استہزاء کر رہے ہیں، وہ بے فکر نہ ہوں۔ ممکن ہے اُنکو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کُن عذاب آ گھیرے جو چشم زدن میں تہس نہس کر ڈالے۔

تم سورۃ مریم بحسن توفیقہ ونصرہ فلہ الحمد والمنہ

ف۶ یعنی قرآن کریم اس لئے اُتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور خدا سے ڈرتے ہوں، وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض و برکات سے محروم نہ رہیں۔ یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کر کے خواہ مخواہ تم کو کسی محنت شاقہ اور تکلیف شدید میں مبتلا کیا جائے نہ وہ ایسی چیز ہے جس کا حامل و عامل کبھی محروم و ناکام رہے۔ آپ تکذیب کرنیوالوں کی باتیں سُن کر ملول اور تنگدل نہ ہوں۔ نہ اُنکے پیچھے پڑ کر زیادہ تکلیف اُٹھائیں۔ حق کا علمبردار ہی آخر کامیاب ہو کر رہیگا۔ آپ توسط کے ساتھ عبادت کرتے رہیئے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابتداءً نبی کریم صلعم شب کو نماز میں کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھتے تھے۔ کفار آپ کی محنت و ریاضت دیکھ کر کہتے کہ قرآن کیا اُترا بیچارے محمد صلعم سخت تکلیف اور محنت میں پڑ گئے۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا کہ فی الحقیقت قرآن محنت و شقاء نہیں۔ رحمت و نور ہے، جس کو جتنا آسان ہو اُسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ **ف۷** اس لئے ضروری ہے کہ مخلوق نہایت خوشی کے ساتھ اُسکو اپنے سر آنکھوں پر رکھے اور شہنشاہانہ احکام کی خلاف ورزی نہ کرے۔ **ف۸** استواء علی العرش کا مفصل بیان سورۂ "اعراف" کے فوائد میں دیکھ لیا جائے۔ "عرش" کے متعلق نصوص سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے پائے ہیں اور خاص فرشتے اُٹھانیوالے ہیں اور آسمانوں کے اوپر قبہ کی طرح ہے۔ صاحب روح المعانی نے "عرش" اور "استواء علی العرش" پر اس آیت کے تحت میں نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ من شاء فلیراجعہ۔ **ف۹** یعنی وہ ہی ایک خدا بلاشرکت غیرے آسمانوں سے زمین تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک تمام کائنات کا مالک و خالق ہے۔ اُسی کی تدبیر و انتظام سے کُل سلسلے قائم ہیں۔ (تنبیہ) آسمان و زمین کی درمیانی مخلوق سے یا تو کائنات جو مراد ہیں جو دائماً دونوں کے درمیان ہی رہتی ہیں مثلاً ہوا، بادل وغیرہ اور یا دہ چیزیں بھی اس میں شامل ہوں جو اکثر ہوا میں پرواز کرتی ہیں جیسے پرند جانور اور "ثریٰ" (گیلی زمین) سے زمین کے نیچے کا طبقہ مراد ہے جو پانی کے قرب و اتصال کی وجہ سے تر رہتا ہے۔ **ف۱۰** پہلے عموم قدرت و تصرف کا بیان تھا۔ اس آیت میں علم الٰہی کی وسعت کا تذکرہ ہے۔ یعنی جو بات زور سے پکار کر کہی جائے، وہ اُس علام الغیوب سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

(باقی صفحہ ۴۱۷)

بقیہ صفحہ ۴۱۶ - جس کو ہر کھلی چھپی بلکہ چھپی سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کی خبر ہے۔ جو بات تنہائی میں آہستہ کہی جائے، اور جو دل میں گذرے ابھی زبان تک نہ آئی ہو اور جو ابھی دل میں بھی نہیں گذری آئندہ گذرنیوالی ہو، حق تعالیٰ کا علم اُن سب کو محیط ہے۔ اسی لئے بلاضرورت بہت زور سے چلا کر ذکر کرنے کو بھی علمائے شریعت نے منع کیا ہے۔ جن مواقع میں ذکر بآواز بلند منقول ہے یا بعض مصالح معتبرہ کی بنا پر تجربہ کاروں کے نزدیک نافع سمجھا گیا ہے، وہ عموم نہی سے مستثنیٰ ہونگے۔ **فوائد صفحہ ہذا۔ ف** آیات بالا میں جو صفات حق تعالیٰ کی بیان ہوئی ہیں (یعنی اُس کا خالق الکل، مالک علی الاطلاق، رحمان، قادر مطلق اور صاحب علم محیط ہونا) اُنکا اقتضاء یہ ہے کہ الوہیت بھی تنہا اُسی کا خاصّہ ہو بجز اُسکے کسی دوسرے کے آگے سرِ عبودیت نہ جھکایا جائے۔ کیونکہ نہ صرف صفات مذکورہ بالا بلکہ کل عمدہ صفات اور اچھے نام اُسی کی ذات منبع الکمالات کے لئے مخصوص ہیں۔ کوئی دوسری ہستی اس شان و صفت کی موجود نہیں جو معبود بن سکے۔ نہ ان صفتوں اور ناموں کے تعدد سے اُسکی ذات میں تعدد آتا ہے۔ جیسا کہ بعض جہال عرب کا خیال تھا کہ مختلف ناموں سے خدا کو پکارنا دعوائے توحید کے مخالف ہے۔ **ف۲** یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ تاکہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی کریم صلعم کی طرف قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس طرح پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے، آپ کو بھی ملی، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی، آپ کی وحی میں بھی ان ہی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے تبلیغ حق میں جو صعوبات و شدائد برداشت کیں، آپ کو بھی برداشت کرنی پڑینگی اور جس طرح اُن کو آخر کار کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مقہور و مخذول ہوئے آپ بھی یقیناً غالب و منصور ہونگے اور آپکے دشمن تباہ و ذلیل کئے جائینگے چونکہ سورت کا آغاز انزال قرآن کے ذکر سے کیا گیا تھا اُسکے مناسب نبوت موسوی کے آغاز کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

ف۳ اس قصہ کے مختلف اجزاء سورۂ قصص، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ اعراف میں سے جمع کئے جا سکتے ہیں۔ یہاں مدین سے مصر کی طرف واپسی کا واقعہ مذکور ہے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔ کئی سال وہاں مقیم رہنے کے بعد حضرت موسیٰ نے مصر جانے کا ارادہ کیا، حاملہ بیوی ہمراہ تھی رات اندھیری تھی، سردی کا شباب تھا، بکریوں کا گلہ بھی ساتھ لیکر چلے تھے اس حالت میں رستہ بھول گئے بکریاں متفرق ہو گئیں اور بیوی کو دردزہ شروع ہو گیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی، چقماق مارنے سے بھی آگ نہ نکلی۔ ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعۃً دُور سے ایک آگ نظر آئی۔ وہ حقیقت میں دنیوی آگ نہ تھی۔ اللہ کا نور جلال تھا یا حجاب ناری تھا (جس کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لا سکوں، یا وہاں پہنچکر کوئی رستہ کا پتہ بتلانے والا مل جائے کہتے ہیں کہ اُس پاک میدان میں پہنچکر عجیب نظارہ دیکھا۔ ایک درخت میں زور شور سے آگ لگ رہی ہے۔ اور آگ جس قدر زور سے بھڑکتی ہے درخت اُسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے۔ اور جوں جوں درخت کی سرسبزی و شادابی بڑھتی ہے آگ کا اشتعال تیز ہوتا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اُٹھا لائیں لیکن جتنا وہ آگ سے نزدیک ہونا چاہتے آگ دُور ہٹتی جاتی اور جب گھبرا کر ہٹنا چاہتے تو آگ تعاقب کرتی۔ اسی حیرت و دہشت کی حالت میں آواز آئی "اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ الخ" گویا وہ درخت بلا تشبیہ اُس وقت غیبی ٹیلیفون کا کام دے رہا تھا۔ امام احمدؒ نے وہب سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب "یا موسیٰ" سُنا تو کئی بار "لبیک" کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے۔ آواز آئی "میں تیرے اُوپر ہوں تیرے ساتھ ہوں، تیرے سامنے ہوں تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہوں"۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بال سے اللہ کا کلام سنتے تھے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ

جسکے سوا بندگی نہیں کسی کی، اُسی کے ہیں سب نام خاصے ف۱ اور پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی ف۲ جب

رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا

اُس نے دیکھی ایک آگ تو کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو میں نے دیکھی ہے ایک آگ شاید لے آؤں تمہارے پاس

بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّيْٓ

اُسمیں سے سلگا کر، یا پاؤں آگ پر پہنچ کر رستہ کا پتہ پھر جب پہنچا آگ کے پاس آواز آئی اے موسیٰ ف۳ میں

اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ ؕ وَاَنَا

ہوں تیرا رب، سو اُتار ڈال اپنی جوتیاں تو ہے پاک میدان طویٰ میں ف۴ اور میں نے

اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

تجھ کو پسند کیا ہے، سو تو سُنتا رہ جو حکم ہو ف۵ میں جو ہوں اللہ ہوں کسی کی بندگی نہیں سوا میرے

فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ

سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو ف۶ قیامت بیشک آنے والی ہے میں مخفی

اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ

رکھنا چاہتا ہوں اُسکو ف۷ تاکہ بدلہ ملے ہر شخص کو جو اُس نے کمایا ہے ف۸ سو کہیں تجھ کو نہ روک دے اُس سے وہ شخص جو

لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾

یقین نہیں رکھتا اُس کا اور پیچھے پڑ رہا ہے اپنے مزوں کے پھر تو بھی پڑ جائے ف۹ اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ ف۱۰

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا

بولا یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اُسمیں

مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ

چند کام ہیں اور بھی ف۱۱ فرمایا ڈالدے اُسکو اے موسیٰ تو اُس کو ڈال دیا، پھر اُسی وقت وہ تو سانپ ہو گیا

تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٙ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾

دوڑتا ہوا ف۱۲ فرمایا پکڑ لے اُس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دینگے اُس کو پہلی حالت پر ف۱۳

ف۴ "طویٰ" اُس میدان کا نام ہے۔ شاید وہ میدان پہلے سے متبرک تھا یا اب ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی جوتیاں ناپاک تھیں اس لئے اُتروا دی گئیں۔ باقی موزہ یا جوتا پاک ہو تو اُس میں نماز پڑھ سکتے ہیں پورا مسئلہ فقہ میں دیکھنا چاہئے۔ **ف۵** "پسند کیا ہے" یعنی تمام جہان میں سے نبوت و رسالت اور شرف مکالمہ کے لئے چھانٹ لیا۔ اس لئے آگے جو احکام دیئے جائیں انہیں غور و توجہ سے سنو۔ **ف۶** اس میں خالص توحید اور ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات تھی اُس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا اور اس پر بھی متنبہ فرما دیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالیٰ کی یادگاری ہے۔ گویا نماز سے غافل ہونا خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے اور ذکر اللہ یاد خدا کے متعلق دوسری جگہ فرما دیا۔ "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ" یعنی کبھی بھول چوک ہو جائے تو جب یاد آ جائے اُسے یاد کرو۔ یہی حکم نماز کا ہے کہ وقت پر غفلت و نسیان ہو جائے تو یاد آنے پر قضا کرلے "فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا"۔ **ف۷** یعنی اُسکے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں، حتیٰ کہ اگر خود اپنے سے چھپانا ممکن ہوتا تو اپنے سے بھی مخفی رکھتا، لیکن یہ ممکن ہی نہیں۔ وفیہ من المبالغۃ کما فی الحدیث لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ۔ وکما قال الشاعر ؎ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم ۔ گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم۔ اور اگر بہت سی مصالح باعث اظہار نہ ہوتیں تو جتنا اجمالی اظہار کیا گیا یہ بھی نہ کیا جاتا۔ **ف۸** یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اُسکے نیک و بد کا بدلہ ملے اور مطیع و عاصی میں کوئی التباس و اشتباہ باقی نہ رہے یہ توحید و عبادت کے بعد عقیدۂ معاد کی تعلیم ہوئی۔ **ف۹** نہ روک دے اُس سے یعنی قیامت پر یقین رکھنے سے یا نماز سے۔ اللہ نے

(باقی برصفحہ ۴۱۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۷ - موسیٰ علیہ السلام کو بُرے کی صحبت سے منع کیا تو اور کوئی کس شمار میں ہے۔ کذا فی الموضح۔ غرض یہ ہے کہ دنیا پرست کافر کی چاپلوسی یا زیادہ نرمی اور مُداہنت اختیار نہ کی جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ آدمی بلند مقام سے نیچے پٹک دیا جائے۔ العیاذ باللہ۔ **ف** یہاں سے منصب رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ چونکہ معجزات دیکر فرعون کی طرف بھیجے جانے والے تھے اس لئے اولاً معجزۂ عصا کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ سوال کہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ اس غرض سے تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی کی حقیقت اور اُسکے منافع کو خوب مستحضر کریں تا جو خارق عادت چیز پیش آنیوالی تھی اُس کا معجزہ ہونا پوری طرح واضح، مستحکم اور اوقع فی النفس ہو یعنی اس وقت خوب دیکھ بھال کر اور جانچ تول کر بتلاؤ تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ مبادا سانپ بنجانے پر وہم کرنے لگو کہ شاید میں غلطی سے ہاتھ میں لاٹھی نہ لایا ہوں کچھ اور لے آیا ہوں۔ **ف۱۱** یعنی اس میں شبہ کیا ہے۔ وہ ہی لاٹھی ہے جسے ہمیشہ ہاتھ میں رکھتا ہوں، اُس پر ٹیک لگاتا ہوں، بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، دشمن کو اور موذی جانوروں کو دفع کرتا ہوں اور بہت سی ضرورتوں میں لاٹھی کا کام لیتا ہوں۔ **ف۱۲** یعنی لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ لاٹھی کی جگہ ایک اژدہا نظر آیا جو پتلے سانپ کی طرح تیزی سے دوڑتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام ناگہاں یہ انقلاب دیکھ کر بمقتضائے بشریت خوفزدہ ہو گئے۔ **ف۱۳** یعنی ہاتھ میں آکر پھر لاٹھی ہو جائیگی۔ کہتے ہیں ابتداء میں موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر پکڑنے لگے۔ فرشتہ نے کہا "موسیٰ! کیا خدا اگر بچانا نہ چاہے تو یہ چیتھڑا تجھے بچا سکتا ہے"۔ موسیٰ نے کہا "نہیں، لیکن میں کمزور مخلوق ہوں، اور ضعف سے پیدا کیا گیا ہوں"۔ پھر حضرت موسیٰ نے ہاتھ سے کپڑا ہٹا کر اژدھے کے منہ میں دیدیا۔ ہاتھ ڈالنا تھا کہ وہی لاٹھی ہاتھ میں دیکھی۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ ءَايَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾
اور ملالے اپنا ہاتھ اپنی بغل سے کہ نکلے سفید ہو کر بلا عیب **ف۱** یہ نشانی دوسری
لِنُرِيَكَ مِنْ ءَايَٰتِنَا ٱلْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ ٱذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾
تاکہ دکھاتے جائیں ہم تجھ کو اپنی نشانیاں بڑی **ف۲** جا طرف فرعون کی کہ اُس نے بہت سر اُٹھایا
قَالَ رَبِّ ٱشْرَحْ لِى صَدْرِى ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِىٓ أَمْرِى ﴿٢٦﴾ وَٱحْلُلْ عُقْدَةً
بولا اے رب کشادہ کر میرا سینہ **ف۳** اور آسان کر میرا کام **ف۴** اور کھول دے گرہ
مِّن لِّسَانِى ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا۟ قَوْلِى ﴿٢٨﴾ وَٱجْعَل لِّى وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِى ﴿٢٩﴾
میری زبان سے کہ سمجھیں میری بات **ف۵** اور دے مجھ کو ایک کام بٹانیوالا میرے گھر کا
هَٰرُونَ أَخِى ﴿٣٠﴾ ٱشْدُدْ بِهِۦٓ أَزْرِى ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِىٓ أَمْرِى ﴿٣٢﴾ كَىْ
ہارون میرا بھائی **ف۶** اُس سے مضبوط کر میری کمر اور شریک کر اُس کو میرے کام میں **ف۷** کہ
نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ
تیری پاک ذات کلبیان کریں ہم بہت سا، اور یاد کریں ہم تجھ کو بہت سا **ف۸** تو تو ہے ہم کو خوب دیکھتا **ف۹** فرمایا
قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰٓ ﴿٣٧﴾
ملا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ **ف۱۰** اور احسان کیا تھا ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی **ف۱۱**
إِذْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰٓ ﴿٣٨﴾ أَنِ ٱقْذِفِيهِ فِى ٱلتَّابُوتِ فَٱقْذِفِيهِ
جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو جو آگے سُناتے ہیں **ف۱۲** کہ ڈال اُس کو صندوق میں پھر اُسکو ڈال دے
فِى ٱلْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ ٱلْيَمُّ بِٱلسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّى وَعَدُوٌّ لَّهُۥ
دریا میں پھر دریا اُسکو لے ڈالے کنارے پر اُٹھالے اُس کو ایک دشمن میرا اور اُس کا **ف۱۳**
وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّى وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِىٓ ﴿٣٩﴾ إِذْ
اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے **ف۱۴** اور تاکہ پرورش پائے تو میری آنکھ کے سامنے **ف۱۵** جب
تَمْشِىٓ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُۥ ۖ فَرَجَعْنَٰكَ
چلنے لگی تیری بہن اور کہنے لگی میں بتاؤں تم کو ایسا شخص جو اُس کو پالے، پھر پہنچا دیا ہم نے تجھ کو

ع ٢٤ / ١٠

وقف لازم

فوائد صفحہ ہذا - **ف۱** یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل سے ملا کر نکالو گے تو نہایت روشن سفید چمکتا ہوا نکلیگا۔ اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی نہ ہو گی جو عیب سمجھی جائے۔

ف۲ یعنی عصا اور ید بیضا کے معجزے اُن بڑی نشانیوں میں سے دو ہیں جن کا دکھلانا تم کو منظور ہے۔

ف۳ یعنی حلیم و بُردبار اور حوصلہ مند بنا دے کہ خلاف طبع دیکھ کر جلد خفا نہ ہوں اور ادائے رسالت میں جو سختیاں پیش آئیں اُن سے نہ گھبراؤں بلکہ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔

ف۴ یعنی ایسے سامان فراہم کر دے کہ یہ عظیم الشان کام آسان ہو جائے۔

ف۵ زبان لڑکپن میں جل گئی تھی (جس کا قصہ تفاسیر میں ہے)۔ صاف نہ بول سکتے تھے۔ اس لئے یہ دُعا کی۔

ف۶ یہ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

ف۷ یعنی دعوت و تبلیغ کے کام میں ایک دوسرے کا معین و مددگار ہو۔

ف۸ یعنی دونوں مل کر دعوت و تبلیغ کے موقع پر بہت زور شور سے تیری پاکی اور کمالات بیان کریں۔ اور مواضع دعوت سے قطع نظر جب ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہو گی، تو اپنی خلوتوں میں نشاط و طمانیت کے ساتھ تیرا ذکر بکثرت کر سکینگے۔

ف۹ یعنی ہمارے تمام احوال کو خوب دیکھ رہا ہے اور جو دعائیں کر رہا ہوں یہ بھی تجھے خوب معلوم ہے کہ اُس کا قبول فرمانا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہو گا۔ اگر تجھے ہمارے حال و استعداد کی پوری خبر نہ ہوتی تو نبوت و رسالت کے لئے ہم کو منتخب ہی کیوں کرتا اور ایسے سخت دشمن (فرعون) کی طرف کیوں بھیجتا۔ یقیناً جو کچھ آپ نے کیا خوب دیکھ بھال کر کیا ہے۔

ف۱۰ یعنی جو کچھ تم نے مانگا، خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو دیا گیا۔

ف۱۱ یعنی ہم تو پہلے ایک مرتبہ بے مانگے تجھ پر بڑا بھاری احسان کر چکے ہیں، پھر اب ایک مناسب چیز مانگنے پر کیوں نہ دینگے۔

ف۱۲ یعنی خواب میں یا بیداری میں بطور الہام کے یا اُس زمانہ کی کسی نامعلوم الاسم نبی کی زبانی تیری ماں کو وہ حکم بھیجا جس کا بھیجا جانا مناسب تھا۔ اُسکی تفصیل آگے مذکور ہے "اَنِ اقْذِفِیْهِ الخ"۔ (تنبیہ) لفظ "ایحاء" سے حضرت موسیٰ کی والدہ کا نبیّہ ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ تقریر بالا سے ظاہر ہے۔ نبی وہ ہے جسکی طرف احکام کی وحی آئے اور اُن کی تبلیغ کا مامور ہو۔ یہاں یہ تعریف صادق نہیں آتی۔ **ف۱۳** یعنی مُوسیٰ کو (جو اُس وقت نوزائیدہ بچے تھے) صندوق میں رکھکر صندوق کو دریا میں چھوڑ دے دریا کو ہمارا حکم ہے کہ اُسے بحفاظت تمام ایک خاص کنارہ پر لگا ئیگا جہاں سے اُسکو وہ شخص اُٹھالیگا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچہ کا بھی، واقعہ یہ ہے کہ فرعون اُس سال منجموں کے کہنے سے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو چُن چُن کر قتل کر رہا تھا۔ جب موسیٰ پیدا ہوئے اُنکی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون کے سپاہی خبر پائینگے تو بچہ کو مار ڈالینگے اور والدین کو بھی ستائینگے کہ ظاہر کیوں نہیں کیا۔ اُس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے یہ تدبیر الہام ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صندوق نہر میں ڈالدیا۔ دریا کی ایک شاخ فرعون کے باغ میں گذرتی تھی اُس میں سے ہو کر صندوق کنارے جا لگا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے (جو نہایت پاکباز اسرائیلی خاتون تھی) بچہ کو اُٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کیا کہ آؤ ہم تم اسے بیٹا بنالیں۔ فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آئی۔ گو اُس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا (جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے) مگر آسیہ کی خاطر سے بیٹوں کی طرح پرورش کیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرت کا ظہور ہوا۔ (تنبیہ) فرعون کو خدا کا دشمن اس لئے کہا کہ وہ حق کا دشمن تھا اور خدا کے بالمقابل خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور موسیٰ کا دشمن اسلئے فرمایا کہ فی الحال تمام اسرائیلی بچوں کے ساتھ سخت دشمنی کر رہا تھا۔ اور آئندہ چل کر خاص موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنیوالا تھا۔ **ف۱۴** یعنی ہم نے اپنی طرف سے اُس وقت مخلوق کے دلوں میں تیری محبت ڈالدی کہ جو دیکھے محبت اور پیار کرے یا اپنی ایک خاص محبت تجھ پر ڈالدی کہ تو

(باقی برصفحہ ۴۱۹)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۸ - محبوب خدا بن گیا - پھر جس سے خدا محبت کرے بندے بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔ **ف۱۵** یعنی لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈال دینا اس غرض سے تھا کہ ہماری نگرانی و حفاظت میں تیری پرورش کی جائے - ایسے سخت دشمن کے گھر میں تربیت پاتے ہوئے بھی کوئی تیرا بال بیکا نہ کر سکے۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ پورا قصہ دوسری جگہ آئیگا - حضرت موسیٰ کی والدہ صندوق نہر میں چھوڑنے کے بعد بمقتضائے بشریت بہت غمگین اور پریشان تھیں کہ بچہ کا کیا حشر ہوا ہوگا، معلوم نہیں زندہ ہے یا جانوروں نے کھا لیا۔ حضرت موسیٰ کی بہن کو کہا کہ تو خفیہ طور پر پتہ لگا - اُدھر مشیتِ ایزدی سے یہ سامان ہوا کہ حضرت موسیٰ کسی عورت کا دُودھ نہیں پیتے تھے - بہت سی انائیں بلائی گئیں، کامیابی نہ ہوئی - موسیٰ کی بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھی بولی کہ میں ایک عورت کو لا سکتی ہوں، اُمید ہے کہ کسی طرح دُودھ پلا کر بچہ کو پال سکیگی۔ حکم ہوا بلاؤ - وہ موسیٰ کی والدہ کو لیکر پہنچی - چھاتی سے لگاتے ہی بچہ نے دودھ پینا شروع کر دیا - فرعون کے گھر بڑی خوشیاں منائی جانے لگیں - مُوسیٰ کی والدہ نے کہا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی اجازت دو کہ اپنے گھر لیجاؤں اور پوری حفاظت و اہتمام سے بچہ کو پرورش کروں - آخر فرعون کی طرف سے بطور دایہ کے بچہ کی تربیت پر مامور ہو کر اپنے گھر لے آئیں اور شاہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ موسیٰ کی تربیت میں لگی رہیں۔ **ف۲** یہ پورا قصہ سورۂ قصص میں آئیگا - خلاصہ یہ ہے کہ جوان ہونیکے بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک قبطی مارا گیا تھا، موسیٰ علیہ السلام ڈرے کہ دنیا میں پکڑا جاؤنگا اور آخرت میں بھی ماخوذ ہونگا - دونوں قسم کی پریشانی سے خدا تعالےٰ نے نجات دی، اُخروی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی جو قبول ہو گئی اور دنیوی سے اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکالکر مدین پہنچا دیا جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے اُن کا نکاح ہو گیا - پورا قصہ دوسری جگہ آئیگا۔

إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَٰكَ مِنَ

تیری ماں کے پاس کہ ٹھنڈی رہے اُسکی آنکھ اور غم نہ کھائے **ف۱** اور تو نے مار ڈالا ایک شخص کو پھر بچا دیا ہم نے تجھ کو

ٱلْغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِىٓ أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ

اُس غم سے **ف۲** اور جانچا ہم نے تجھ کو ایک ذرا جانچنا **ف۳** پھر ٹھہرا رہا تو کئی برس مدین والوں میں پھر آیا تو

عَلَىٰ قَدَرٍ يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٠﴾ وَٱصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِى ﴿٤١﴾ ٱذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِـَٔايَٰتِى

تقدیر سے اے موسیٰ **ف۴** اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے **ف۵** جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لیکر

وَلَا تَنِيَا فِى ذِكْرِى ﴿٤٢﴾ ٱذْهَبَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿٤٣﴾ فَقُولَا لَهُۥ

اور سستی نہ کریو میری یاد میں **ف۶** جاؤ طرف فرعون کی اُس نے بہت سر اُٹھایا **ف۷** سو کہو اُس سے

قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ

بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے **ف۸** بولے اے رب ہمارے ہم ڈرتے ہیں کہ بھبک پڑے

عَلَيْنَآ أَوْ أَن يَطْغَىٰ ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ ۖ إِنَّنِى مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴿٤٦﴾

ہم پر یا جوش میں آ جائے **ف۹** فرمایا نہ ڈرو میں ساتھ ہوں تمہارے سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں **ف۱۰**

فَأْتِيَاهُ فَقُولَآ إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ وَ

سو جاؤ اُسکے پاس اور کہو ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے، سو بھیجدے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور

لَا تُعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَٰكَ بِـَٔايَةٍ مِّن رَّبِّكَ ۖ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَىٰ مَنِ ٱتَّبَعَ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿٤٧﴾

مت ستا اُن کو **ف۱۱** ہم آئے ہیں تیرے پاس نشانی لیکر تیرے رب کی، **ف۱۲** اور سلامتی ہو اُسکی جو مان لے راہ کی بات

إِنَّا قَدْ أُوحِىَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾ قَالَ

ہم کو حکم ملا ہے کہ عذاب اُس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے **ف۱۳** بولا

فَمَن رَّبُّكُمَا يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا ٱلَّذِىٓ أَعْطَىٰ كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهُۥ

پھر کون ہے رب تم دونوں کا اے موسیٰ **ف۱۴** کہا رب ہمارا وہ ہے جس نے دی ہر چیز کو اُس کی صورت

ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ ٱلْقُرُونِ ٱلْأُولَىٰ ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّى

پھر راہ سجھائی **ف۱۵** بولا پھر کیا حقیقت ہے اُن پہلی جماعتوں کی کہا اُن کی خبر میرے رب کے پاس

ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی طرح جانچا جس میں تم کھرے ثابت ہوئے (تنبیہ) اس موقع پر مفسرین نے حدیث الفتون کے عنوان سے ایک نہایت طویل روایت ابن عباسؓ کی نقل کی ہے جسکے متعلق حافظ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں "وَهُوَ مَوْقُوفٌ مِنْ كلام ابن عباس وليس فيه مرفوع الا قليل منه وكانه تلقاه ابن عباس رضي الله عنه مما أبيح نقله من الاسرائيليات من كعب الاحبار وغيره والله اعلم وسمعت شيخنا الحافظ ابا الحجاج المزي يقول ذلك ايضاً"

ف۴ یعنی اب مدین سے نکلکر راستہ بھولا اور تقدیر سے یہاں پہنچ گیا جس کا تجھے وہم و گمان بھی نہ تھا سچ ہے خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال. کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے۔

ف۵ یعنی اپنی وحی و رسالت کے لئے تیار کر کے اپنے خواص و مقربین میں داخل کیا اور جس طرح خود چاہا تیری پرورش کرائی۔

ف۶ یعنی جس کام کے لئے بنائے گئے ہو، وقت آ گیا ہے کہ اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لیکر اُسکے لئے نکل کھڑے ہو اور جو دلائل و معجزات تمکو دیے گئے ہیں ضرورت کے وقت ظاہر کرو - چونکہ موسیٰ علیہ السلام پیشتر دعا کرتے وقت کہہ چکے تھے "كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا" یہاں "وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي" کہہ کر وہ بات یاد دلا دی یعنی اللہ کے نام کی تبلیغ میں پوری مستعدی دکھلاؤ اور تمام احوال و اوقات میں عموماً اور دعوت و تبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ کہ اہل اللہ کے لئے کامیابی کا بڑا ذریعہ اور دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار یہی ہے - حدیث میں ہے۔ وَ إِنَّ عبدي كل عبدي الذي يذكرني وهو مناجز قرنه۔

ف۷ پہلے جانیکا حکم دیا تھا - اب مقام بتلا دیا کہ کہاں کس کے پاس جانا ہے اور یہ جملہ آگے آنیوالے کلام کی تمہید ہے۔

ف۸ یعنی دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے وقت نرم، آسان، رقت انگیز اور بلند بات کہو - گو اُسکے تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے قبول کی امید نہیں - تاہم تم یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کرے یا اللہ کے جلال و جبروت کو سُن کر ڈر جائے اور فرمانبرداری کی طرف جھک پڑے - گفتگو نرمی سے کرو - اس سے دُعاۃ و مبلغین کے لئے بہت بڑا دستور العمل معلوم ہوتا ہے - چنانچہ دوسری جگہ صاف ارشاد ہے۔ "اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (نحل - رکوع ۱۶)

ف۹ یعنی اُسکے ڈرنے کی اُمید تو بعد کو ہوگی، فی الحال اپنی بے سروسامانی اور اُسکے جاہ و جلال پر نظر کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ ہماری بات سننے کیلئے بھی آمادہ ہوگا یا نہیں - ممکن ہے ہماری پوری بات سننے سے پہلے ہی وہ بھبک پڑے یا سُننے کے بعد غصہ میں بپھر جائے اور تیری شان میں زیادہ گستاخی کرنے لگے - یا ہم پر دست درازی کرے جس سے اصل مقصد فوت ہو جائے - (تنبیہ) موسیٰ علیہ السلام کے اس خوف اور شرح صدر میں کچھ منافات نہیں - کاملین بلاء کے نزول سے پہلے ڈرتے ہیں اور استعاذہ کرتے ہیں - لیکن جب آ پڑتی ہے اُس وقت پورے حوصلہ اور کشادہ دلی سے اُس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

ف۱۰ یعنی جو باتیں تمہارے اور اُسکے درمیان ہونگی یا جو معاملات پیش آئینگے وہ سب میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں میں کسی وقت تم سے جُدا نہیں، میری حمایت و نصرت تمہارے ساتھ ہے - گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

ف۱۱ اس میں تین چیزوں کی طرف دعوت دیگئی (۱) فرعون کا اور سب مخلوقات کا کوئی رب ہے جو رسول بھیجتا ہے - (۲) ہم دونوں اُسکے رسول ہیں لہٰذا ہماری اطاعت اور رب کی عبادت کرنی چاہئے - گویا اس جملہ میں اصل ایمان کی دعوت دیگئی - اسی کو "نازعات" میں اس طرح ادا کیا ہے "فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰٓ أَن تَزَكَّىٰ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ" آگے (۳) تیسری چیز وہ ہے جسکی اُس وقت خاص ضرورت تھی - یعنی بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی ذلت آمیز اور درد انگیز غلامی سے نجات دلانا مطلب یہ ہے کہ اس شریف و نجیب الاصل خاندان پر ظلم و ستم مت توڑ اور ذلیل ترین غلامی سے آزادی دے کر ہمارے ساتھ کر دے - جہاں چاہیں آزادانہ زندگی بسر کریں۔

ف۱۲ یعنی ہمارا دعویٰ رسالت محض (بلا دلیل نہیں)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۹ - بے دلیل نہیں۔ بلکہ اپنی صداقت پر خدائی نشان لیکر آئے ہیں۔ ف۱۳ یعنی جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلیگا اُسکے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے۔ اور جو تکذیب یا اعراض کریگا اُس کے لئے عذاب یقینی ہے۔ خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ اب تم اپنا انجام سوچ کر جو راستہ چاہو اختیار کر لو۔ ف۱۴ یعنی تم اپنے کو جس رب کا بھیجا ہوا بتلاتے ہو وہ رب کون ہے اور کیسا ہے (اس سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ فرعون دہری عقیدہ کی طرف مائل ہوگا یا محض دق کرنے کے لئے ایسا سوال کیا ہو) ف۱۵ یعنی ہر چیز کو اُس کی استعداد کے موافق شکل صورت قوئ، خواص وغیرہ عنایت فرمائے۔ اور کمال حکمت سے جیسا بنانا چاہئے تھا بنایا۔ پھر مخلوقات میں سے ہر چیز کے وجود و بقا کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی، مہیا کئے اور ہر چیز کو اپنی مادی ساخت اور رُوحانی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ بھائی۔ پھر ایسا محکم نظام دکھلا کر ہم کو بھی ہدایت کر دی کہ مصنوعات کے وجود سے صانع کے وجود پر کس طرح استدلال کرنا چاہئے۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کھانے پینے کو ہوش دیا۔ بچہ کو دودھ پینا وہ نہ سکھائے تو کوئی نہ سکھا سکے"۔ فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی اگر خدا تعالیٰ کے وجود پر ایسی روشن دلیلیں قائم ہو چکی ہیں اور جس چیز کی طرف تم بُلاتے ہو، وہ حق ہے تو گذشتہ اقوام کے متعلق کچھ بیان کرو، آخر ان میں سے بہتوں نے ایسی واضح دلائل کی موجودگی میں حق کو کیوں قبول نہ کیا؟ اور قبول نہ کرنے کی صورت میں کیا وہ سب کی سب تباہ کر دی گئیں۔ اگر تم پیغمبر ہو تو سب اقوام کے تفصیلی حالات تم کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں یہ سب لایعنی اور دور از کار قصے فرعون نے اسلئے چھیڑے کہ حضرت موسیٰ کے مضامین ہدایت کو ان فضول باتوں میں رلا دے۔ حضرت موسیٰ نے فرما دیا کہ پیغمبر کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہونا ضروری نہیں، ہر قوم کے حالات کا تفصیلی علم حق تعالیٰ کو ہے جو بعض مخفی مصالح کی بناء پر کتاب (لوح محفوظ) میں ثبت بھی کر دیا گیا۔ اللہ کے علم سے نہ کوئی چیز ابتداءً غائب ہو سکتی ہے اور نہ علم میں آئی ہوئی چیز کو ایک سیکنڈ کے لئے بھول سکتا ہے۔ جو اعمال کسی قوم نے کسی وقت کئے ہیں سب کا ذرہ ذرہ حساب لکھا ہوا موجود ہے جو وقت پر پیش کر دیا جائیگا۔

ف۲ یعنی وادیوں دریاؤں اور پہاڑوں کے بیچ میں سے زمین پر راہیں نکال دیں جن پر چلکر ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکتے ہو۔ ف۳ یعنی پانی کے ذریعہ سے طرح طرح کی سبزیاں، غلے اور پھل پھول پیدا کر دیئے۔

ف۴ یعنی عمدہ غذائیں تم کھاتے ہو، جو تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے مویشیوں کو کھلاتے ہو جن کی محنت سے ساری پیداوار حاصل ہوئی ہے۔ ف۵ یہ فرمایا ہے دہریوں کی آنکھ کھولنے کو یعنی اُس کی تدبیریں اور قدرتیں دیکھو۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لوگے کہ یہ مضبوط و محکم انتظامات یوں ہی بخت و اتفاق سے قائم نہیں ہو سکتے۔ گویا ان آیات میں وجود باری اور توحید کی طرف توجہ دلائی۔ آگے معاد کا ذکر ہے۔ ف۶ سب کے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد بھی عام آدمیوں کو جلد یا بدیر مٹی میں مل جاتا ہے۔ اسی طرح حشر کے وقت بھی اُن اجزاء کو جو مٹی میں مل گئے تھے دوبارہ جمع کر کے از سر نو پیدا کر دیا جائیگا اور جو قبروں میں مدفون تھے وہ اُن سے باہر نکالے جائیں گے۔ ف۷ یعنی جو آیات اُسکو دکھلانا منظور تھیں، سب دکھلا دیں مثلاً القائے عصاء اور ید بیضاء وغیرہ مع اپنے متعلقات و تفاصیل کے۔ اس پر بھی بدبخت نہ مانا اور جحود و تکذیب پر اڑا رہا۔ ف۸ فرعون نے یہ بات اپنی قوم "قبط" کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نفرت اور اشتعال دلانے کے لئے کہی یعنی موسیٰ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جادو کے زور سے ہم کو نکال باہر کرے اور ساحرانہ ڈھونگ بنا کر عوام کی جمعیت اپنے ساتھ کر لے اور اس طرح قبطیوں کے تمام املاک و اموال پر قابض ہو جائے۔

ف۹ یعنی تو اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارے یہاں بھی بڑے بڑے ماہر جادوگر موجود ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اُن سے مقابلہ ہو جائے پس جس دن اور جس جگہ مقابلہ کرنا چاہے تجھے اسکی تعیین کا اختیار دیا جاتا ہے۔ ضرورت اسکی ہے کہ جو وقت معین ہو جائے اُس سے کوئی فریق گریز نہ کرے اور جگہ ایسی ہو جہاں فریقین کو آنے اور بیٹھنے میں یکساں سہولت حاصل ہو نشست وغیرہ میں راعی و رعایا یا حاکم و محکوم اور بڑے چھوٹے کا کوئی سوال نہ ہو، ہر ایک فریق آزادی سے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکے اور میدان بھی کھلا ہوا ہموار اور صاف ہو کہ تماشا دیکھنے والے سب بے تکلف مشاہدہ کر سکیں۔ ف۱۰ پیغمبروں کے کام میں کوئی تلبیس و تلمیع نہیں ہوتی، اُن کا معاملہ کھلم کھلا صاف صاف ہوتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتر ہے جو بڑا میلہ اور جشن تمہارے یہاں ہوتا ہے اُسی روز جب دن چڑھ جائے اُس وقت میدان مقابلہ قائم ہو یعنی میلہ میں جہاں زیادہ سے زیادہ مخلوق جمع ہوگی اور دن کے اُجالے میں یہ کام کیا جائے، تا دیکھنے والے بکثرت ہوں اور روز روشن میں کسی کو اشتباہ و التباس نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "دنگل میں مقابلہ کرنے سے دونوں کی غرض تھی۔ وہ چاہے کہ اُن کو ہرا دے سب کے روبرو، یہ چاہیں کہ وہ ہارے۔ جشن کا دن سارے مصر کے شہروں میں مقرر تھا فرعون کی سالگرہ کا"۔ ف۱۱ یعنی یہ طے کر کے فرعون مجلس سے اُٹھ گیا اور ساحروں کو جمع کرنے اور مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور داؤ گھات کرنے لگا۔ اور آخر کار مکمل تیاری کے بعد پوری طاقت کے ساتھ وقت معین پر میدان مقابلہ میں حاضر ہو گیا۔ ساحروں کی بڑی فوج اُسکے ہمراہ تھی، انعام و اکرام کے وعدے ہو رہے تھے اور ہر طرح موسیٰ کو شکست دینے اور حق کو مغلوب کر لینے کی فکر تھی۔ ف۱۲ معلوم ہوتا ہے کہ اُس مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر شخص کو اُسکے حسب حال نصیحت فرمائی۔

فِیْ کِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی ۝۵۲ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ
لکھی ہوئی ہے نہ بہکتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے ف۱ وہ ہے جس نے بنا دیا تمہارے واسطے زمین کو
مَھْدًا وَّسَلَکَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا
بچھونا اور چلائیں تمہارے لئے اُس میں راہیں ف۲ اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے
بِہٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ۝۵۳ کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
اُس سے طرح طرح کی سبزی ف۳ کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپایوں کو ف۴ البتہ اُس میں
لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ۝۵۴ مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ
نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کو ف۵ اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں تم کو پھر پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو
تَارَۃً اُخْرٰی ۝۵۵ وَلَقَدْ اَرَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا کُلَّھَا فَکَذَّبَ وَاَبٰی ۝۵۶ قَالَ اَجِئْتَنَا
دوسری بار ف۶ اور ہم نے فرعون کو دکھلا دیں اپنی سب نشانیاں، پھر اُسنے جھٹلایا اور نہ مانا ف۷ بولا کیا تو آیا ہے
لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِکَ یٰمُوْسٰی ۝۵۷ فَلَنَاْتِیَنَّکَ بِسِحْرٍ مِّثْلِہٖ فَاجْعَلْ
ہم کو نکالنے ہمارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اے موسیٰ ف۸ سو ہم بھی لائینگے تیرے مقابلہ میں ایک ایسا ہی جادو، سو ٹھہرا لے
بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُہٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَکَانًا سُوًی ۝۵۸
ہمارے اور اپنے بیچ میں ایک وعدہ نہ ہم خلاف کریں اُس کا اور نہ تو ایک میدان صاف میں ف۹
قَالَ مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَۃِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی ۝۵۹ فَتَوَلّٰی
کہا وعدہ تمہارا ہے جشن کا دن اور یہ کہ جمع ہوں لوگ دن چڑھے ف۱۰ پھر اُلٹا پھرا
فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ کَیْدَہٗ ثُمَّ اَتٰی ۝۶۰ قَالَ لَھُمْ مُّوْسٰی وَیْلَکُمْ لَا تَفْتَرُوْا
فرعون پھر جمع کئے اپنے سارے داؤ، پھر آیا ف۱۱ کہا اُن کو موسیٰ نے کم بختی تمہاری جھوٹ نہ بولو
عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَیُسْحِتَکُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی ۝۶۱ فَتَنَازَعُوْۤا
اللہ پر پھر غارت کر دے تم کو کسی آفت سے، اور مراد کو نہیں پہنچا جسنے جھوٹ باندھا ف۱۲ پھر جھگڑے
اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی ۝۶۲ قَالُوْۤا اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ
اپنے کام پر آپس میں اور چھپ کر کیا مشورہ ف۱۳ بولے مقرر یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں

ع ۳

(بقیہ صفحہ ۴۲۱)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۲۰ - چونکہ جادوگر حق کا مقابلہ جادو سے کرنیوالے تھے، اُن کو تنبیہ کردی کہ دیکھو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو - خدا کے نشانوں اور انبیاء کے معجزات کو سحر بتلانا اور بے حقیقت چیزوں کو ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں پیش کرنا گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے - جھوٹ باندھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا - بلکہ اندیشہ ہے کہ ایسے لوگوں پر کوئی آسمانی آفت آپڑے جو اُن کی بیخ و بنیاد تک نہ چھوڑے -

اَنۡ يُّخۡرِجٰكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ بِسِحۡرِهِمَا وَيَذۡهَبَا بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى ﴿٦٣﴾
کہ نکال دیں تم کو تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اور موقوف کرادیں تمہارے اچھے خاصے چلن کو ف۱
فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا‌ ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ﴿٦٤﴾
سو مقرر کرلو اپنی تدبیر پھر آؤ قطار باندھ کر اور جیت گیا آج جو غالب رہا ف۲
قَالُوۡا يٰمُوۡسٰۤى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلۡ
بولے اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے کہا نہیں
اَلۡقُوۡا‌ ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ﴿٦٦﴾
تم ڈالو ف۳ پھر تبھی اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُس کے خیال میں آئیں اُن کے جادو سے کہ دوڑ رہی ہیں ف۴
فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ خِيۡفَةً مُّوۡسٰى ﴿٦٧﴾ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى ﴿٦٨﴾ وَ
پھر پانے لگا اپنے جی میں ڈر موسیٰ ف۵ ہم نے کہا تو مت ڈر مقرر تو ہی رہیگا غالب ف۶ اور
اَلۡقِ مَا فِىۡ يَمِيۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا‌ ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا كَيۡدُ سٰحِرٍ‌ ؕ وَلَا يُفۡلِحُ
ڈال جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے کہ نگل جائے جو کچھ انہوں نے بنایا ف۷ اُنکا بنایا ہوا تو فریب ہے جادوگر کا، اور بھلا نہیں ہوتا
السّٰحِرُ حَيۡثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلۡقِىَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوۡنَ
جادوگر کا جہاں ہو ف۸ پھر گر پڑے جادوگر سجدہ میں بولے ہم یقین لائے رب پر ہارون
وَمُوۡسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ‌ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ
اور موسیٰ کے ف۹ بولا فرعون تم نے اُسکو مان لیا میں نے ابھی حکم نہ دیا تھا وہ ہی تمہارا بڑا ہے
الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ‌ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ
جس نے سکھلایا تم کو جادو ف۱۰ سو اب میں کٹواؤنگا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں ف۱۱
وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمۡ فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ وَلَتَعۡلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ
اور سولی دونگا تم کو کھجور کے تنہ پر ف۱۲ اور جان لوگے ہم میں کس کا عذاب سخت ہے، اور
اَبۡقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالَّذِىۡ فَطَرَنَا
دیر تک رہنے والا ف۱۳ وہ بولے ہم تجھ کو زیادہ نہ سمجھینگے اُس چیز سے جو پہنچی ہم کو صاف دلیل اور اُس سے جس نے ہم کو پیدا کیا

ف۱۳ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر نے ساحروں کی جماعت میں کھلبلی ڈالدی آپس میں جھگڑنے لگے کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے - اس کی باتیں ساحروں ایسی معلوم نہیں ہوتیں - غرض باہم بحث و مناظرہ کرتے رہے اور سب سے الگ ہوکر اُنہوں نے مشورہ کیا - آخر اختلاف و نزاع کے بعد فرعون کے اثر سے متاثر ہوکر وہ کہا جو آگے مذکور ہے.

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی تمہارا جو دین اور رسوم پہلے سے چلی آتی ہیں اُن کو مٹاکر اپنا دین اور طور و طریق رائج کردیں اور جادو کے فن کو بھی جس سے ملک میں تمہاری عزت اور کمائی ہے، چاہتے ہیں کہ دونوں بھائی تم سے لے اُڑیں اور تن تنہا خود اس پر قابض ہو جائیں -

ف۲ یعنی موقع کی اہمیت کو سمجھو، وقت کو ہاتھ سے نہ دو، پوری ہمت و قوت سے سب مل کر ان کے گرانے کی تدبیر کرو - اور دفعۃً ایسا متفقہ حملہ کردو کہ پہلے ہی وار میں ان کے قدم اکھڑ جائیں کہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے، آج کی کامیابی دائمی کامیابی ہے - جو فریق آج غالب رہیگا وہ ہمیشہ کے لئے منصور و مفلح سمجھا جائیگا -

ف۳ موسیٰ علیہ السلام نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ نہیں، تم پہلے اپنے حوصلے نکال لو اور اپنے کرتب دکھالو - تا باطل کی زور آزمائی کے بعد حق کا غلبہ پوری طرح نمایاں ہو - یہ قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا وہاں کے فوائد ملاحظہ کرلئے جائیں -

ف۴ یعنی ساحرین کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کو یوں خیال ہونے لگا کہ گویا رسیاں اور لاٹھیاں سانپوں کی طرح دوڑ رہی ہیں، اور واقع میں ایسا نہ تھا -

ف۵ کہ جادوگروں کا یہ سوانگ دیکھ کر کہیں بیوقوف لوگ دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور سحر و معجزہ میں فرق نہ کرسکیں - ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہوگا - خوف کا یہ مطلب آگے جواب سے ظاہر ہوتا ہے -

ف۶ یعنی ڈر کو دل سے نکال دو - اس قسم کے وسوسے مت لاؤ - اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور سربلند رکھنے والا ہے -

ف۷ یعنی اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو جو اُن کے بنائے ہوئے سوانگ کا ایک دم لقمہ کر جائے گی -

ف۸ یعنی جادوگر کے ڈھکوسلے چاہے کہیں ہوں اور کسی حد تک پہنچ جائیں، حق کے مقابل کامیاب نہیں ہوسکتے نہ جادوگر کبھی فلاح پاسکتا ہے - اسی لئے حدیث میں ساحر کے قتل کا حکم دیا گیا ہے -

ف۹ ساحرین فن کے جاننے والے تھے - اصول فن کے اعتبار سے فوراً سمجھ گئے کہ یہ سحر نہیں ہوسکتا یقیناً سحر سے اُوپر کوئی اور حقیقت ہے، دل میں ایمان آیا اور سجدہ میں گر پڑے - یہ قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا -

ف۱۰ یعنی ہم سے بے پوچھے ہی ایمان لے آئے - ہمارے فیصلہ کا بھی انتظار نہ کیا معلوم ہوگیا کہ یہ تمہاری اور موسیٰ کی ملی بھگت ہے - جنگ زرگری کرکے عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جیسا کہ سورۂ اعراف میں گذرا - ف۱۱ یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں، یا بایاں ہاتھ داہنا پاؤں - ف۱۲ تاکہ تمہارا حال دیکھ کر سب عبرت حاصل کریں - ف۱۳ یعنی تم ایمان لاکر سمجھتے ہو کہ ہم ہی ناجی ہیں اور دوسرے لوگ (یعنی فرعون اور اُسکے ساتھی) سب ابدی عذاب میں مبتلا رہینگے - سو ابھی تم کو معلوم ہوا چاہتا ہے کہ کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے .

ف۱ یعنی ہم ایسے صاف دلائل کو تیری خاطر سے نہیں چھوڑ سکتے اور اپنے خالق حقیقی کی خوشنودی کے مقابلہ میں تیری کچھ پروا نہیں کرسکتے۔ اب جو تو کرسکتا ہے کرگذر۔ تیرا بڑا زور یہی چل سکتا ہے کہ ہماری اس فانی زندگی کو ختم کردے۔ سو کچھ مضائقہ نہیں، ہم پہلے ہی دار الفنا کے مقابلہ میں دار القرار کو اختیار کرچکے ہیں۔ ہم کو اب یہاں کے رنج و راحت کی فکر نہیں۔ تمنا صرف یہ ہے کہ ہمارا مالک ہم سے راضی ہوجائے اور ہمارے عام گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری حکومت کے خوف سے زبردستی کرنا پڑا (یعنی حق کا مقابلہ جادو سے) معاف فرمادے۔ کہتے ہیں کہ جادوگر حضرت موسیٰ کے نشان دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ یہ جادو نہیں۔ مقابلہ نہ کرنا چاہئے پھر فرعون کے ڈر سے کیا۔

ف۲ یعنی جو انعام و اکرام تو ہم کو دیتا اس سے کہیں بہتر اور پائدار اجر مومنین کو خدا کے ہاں ملتا ہے۔

ف۳ یعنی انسان کو چاہئے کہ اول آخرت کی فکر کرے۔ لوگوں کا مطیع بن کر خدا کا مجرم نہ بنے۔ اس کے مجرم کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا کی تکلیفیں کتنی ہی شاق ہوں موت آکر سب کو ختم کردیتی ہے۔ لیکن کافر کو دوزخ میں موت بھی نہیں آئیگی جو تکالیف کا خاتمہ کردے، اور جینا بھی جینے کی طرح کا نہ ہوگا، زندگی ایسی ہوگی کہ موت کو ہزار درجہ اُس پر ترجیح دیگا، العیاذ باللہ۔

ف۴ مجرمین کے بالمقابل یہ مطیعین کا انجام بیان فرمادیا۔

ف۵ یعنی پاک ہوا گندے خیالات، فاسد عقائد رذیل اخلاق، اور بُرے اعمال سے۔

ف۶ جب فرعونیوں نے میدان مقابلہ میں شکست کھائی، ساحرین مشرف بایمان ہوگئے۔ بنی اسرائیل کا پلہ بھاری ہونے لگا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے سالہا سال تک اللہ تعالیٰ کی آیات باہرہ دکھلا کر ہر طرح حجت تمام کردی۔ اس پر بھی فرعون حق کو قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو آزادی دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ تب حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ تا اس طرح بنی اسرائیل کی مظلومیت اور غلامی کا خاتمہ ہو۔ راستہ میں سمندر (بحر قلزم) حائل ہوگا لیکن تم جیسے اولوا العزم پیغمبر کے راستہ میں سمندر کی موجیں حائل نہیں ہونی چاہئیں۔ اُن ہی کے اندر سے اپنے لئے خشک راستہ نکال لو۔ جس سے گذرتے ہوئے نہ غرق ہونے کا اندیشہ کرو اور نہ اس بات کا کہ شاید دشمن پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آپکڑے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق سمندر میں لاٹھی ماری جس سے پانی پھٹ کر راستہ نکل آیا۔ خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کردے۔ چنانچہ آناً فاناً سمندر کے بیچ میں خشک راستہ تیار ہوگیا جس کے دونوں طرف پانی کے پہاڑ کھڑے ہوئے تھے "فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ"، بنی اسرائیل اُس پر سے بے تکلف گذر گئے۔ پیچھے سے فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے تعاقب کرتا آرہا تھا۔ خشک راستہ دیکھ کر اُدھر ہی گھس پڑا۔ جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعونی لشکر راستہ کے بیچوں بیچ پہنچا، خدا تعالیٰ نے سمندر کو ہر طرف سے حکم دیا کہ ان سب کو اپنی آغوش میں لے لے۔ پھر کچھ نہ پوچھو کہ سمندر کی موجوں نے کس طرح اُن سب کو ہمیشہ کے لئے ڈھانپ لیا۔

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۷۲ اِنَّآ اٰمَنَّا

سو تو کر گذر جو تجھ کو کرنا ہے تو یہی کریگا اس دنیا کی زندگی میں ہم یقین لائے ہیں

بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ

اپنے رب پر تاکہ بخشے ہم کو ہمارے گناہ اور جو تو نے زبردستی کروایا ہم سے یہ جادو ف۱ اور اللہ بہتر ہے

وَّاَبْقٰى ۝۷۳ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا

اور سدا باقی رہنے والا ف۲ بات یہی ہے کہ جو کوئی آیا اپنے رب کے پاس گناہ لیکر سو اُسکے واسطے دوزخ ہے، نہ مرے اُس میں

وَلَا يَحْيٰى ۝۷۴ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ

نہ جیے ف۳ اور جو آیا اُس کے پاس ایمان لے کر نیکیاں کر کر سو اُن لوگوں کیلئے ہیں

الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝۷۵ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

درجے بلند باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں اُن کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہا کریں گے

فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝۷۶ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ڏ اَنْ

اُن میں ف۴ اور یہ بدلہ ہے اُس کا جو پاک ہوا ف۵ اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ

اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا

لے نکل میرے بندوں کو راتوں رات، پھر ڈال دے اُنکے لئے سمندر میں رستہ سوکھا نہ خطرہ کر آپکڑنے کا

وَّلَا تَخْشٰى ۝۷۷ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا

اور نہ ڈر ڈوبنے سے، پھر پیچھا کیا اُن کا فرعون نے اپنے لشکروں کو لے کر، پھر ڈھانپ لیا اُن کو پانی نے جیساکہ

غَشِيَهُمْ ۝۷۸ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝۷۹ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

ڈھانپ لیا ف۶ اور بہکایا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ سمجھایا ف۷ اے اولاد اسرائیل

قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ

چھڑا لیا ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے اور وعدہ ٹھہرایا تم سے داہنی طرف پہاڑ کی

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝۸۰ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

اور اُتارا تم پر منّ اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو

ف۷ یعنی دعوے تو زبان سے بہت کیا کرتا تھا "وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ"، لیکن اُس نے اپنی قوم کو کیسا اچھا راستہ بتلایا۔ وہ ہی مثال سچی کردی کہ "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے"۔ جو حال دنیا میں ہوا تھا وہ ہی آخرت میں ہوگا۔ یہاں سب کو لے کر سمندر میں ڈوبا تھا وہاں سب کو ساتھ لے کر جہنم میں گرے گا "يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ"
(ھود۔ رکوع ۹)

ف١ یہ حق تعالیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تم پر کیسے کیسے احسان و انعام کئے، چاہئے کہ انکا حق ادا کرو۔ کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ایسے سخت جابر و قاہر دشمن کے ہاتھوں سے تمکو نجات دی اور اُس کو کیسے عبرتناک طریقہ سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔ پھر بتوسط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے وعدہ ٹھہرا کہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے کوہ "طور" کا جو مبارک و میمون حصّہ داہنے ہاتھ پڑتا ہے وہاں آؤ تو تم کو "تورات" عطا کی جائیگی۔ "تیہ" کے لق و دق میدان میں تمہارے کھانے کے لئے مَنّ و سلویٰ اُتارا گیا (جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے) ان احسانات کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال طیب لذیذ اور ستھری چیزیں عنایت فرمائی ہیں انہیں شوق سے استعمال کرو۔ لیکن اس معاملہ میں حد سے نہ گزرو مثلاً ناشکری یا فضول خرچی کرنے لگو۔ یا اس فانی تنعم پر اترانے لگو۔ یا اس میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرو۔ یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی میں خرچ کرنے لگو۔ یا جہاں اور جس وقت جوڑ کر رکھنے کی ممانعت ہے وہاں جوڑنے کے پیچھے پڑ جاؤ، غرض خدا کی نعمتوں کو طغیان و عصیان کا آلہ نہ بناؤ۔

وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي
اور نہ کرو اُس میں زیادتی ف١ پھر تو اُترے گا تم پر میرا غصہ اور جس پر اُترا میرا غصہ
فَقَدْ هَوَىٰ ﴿٨١﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ
سو وہ پڑا گیا ف٢ اور میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور کرے بھلا کام پھر
اهْتَدَىٰ ﴿٨٢﴾ وَمَا أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ
راہ پر رہے ف٣ اور کیوں جلدی کی تو نے اپنی قوم سے اے موسیٰ بولا وہ یہ آ رہے ہیں میرے
أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿٨٤﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ
پیچھے اور میں جلدی آیا تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو ف٤ فرمایا ہم نے تو بچلا دیا تیری قوم کو
مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ
تیرے پیچھے اور بہکایا اُن کو سامری نے ف٥ پھر اُلٹا پھرا موسیٰ اپنی قوم کے پاس
غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ
غصہ میں بھرا پچتاتا ہوا کہا اے قوم کیا تم سے وعدہ نہ کیا تھا تمہارے رب نے اچھا وعدہ
أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدتُّمْ أَن يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّكُمْ
کیا طویل ہوگئی تم پر مدت یا چاہا تم نے کہ اُترے تم پر غضب تمہارے رب کا
فَأَخْلَفْتُم مَّوْعِدِي ﴿٨٦﴾ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلَٰكِنَّا
اس لئے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ ف٦ بولے ہم نے خلاف نہیں کیا تیرا وعدہ اپنے اختیار سے ولیکن
حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى
اُٹھوایا ہم سے بھاری بوجھ قوم فرعون کے زیور کا سو ہم نے اُسکو پھینک دیا، پھر اس طرح ڈھالا
السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ
سامری نے ف٧ پھر بنا نکالا اُن کے واسطے ایک بچھڑا ایک دھڑ جسمیں آواز گائے کی، پھر کہنے لگے یہ معبود ہے تمہارا
وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَ
اور معبود ہے موسیٰ کا سو وہ بھول گیا ف٨ بھلا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ جواب تک نہیں دیتا انکو کسی بات کا اور

ف٢ یعنی زیادتی کروگے تو اللہ کا غضب تم پر نازل ہوگا اور ذلت و عذاب کے تاریک غاروں میں پٹک دیے جاؤگے۔

ف٣ مغضوبین کے بالمقابل یہ مغفورین کا بیان ہوا یعنی کتنا ہی بڑا مجرم ہو اگر سچے دل سے تائب ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرلے اور اُسی پر موت تک مستقیم رہے تو اللہ کے یہاں بخشش اور رحمت کی کمی نہیں۔

ف٤ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب وعدہ نہایت اشتیاق کے ساتھ کوہ طور پہنچے۔ شاید قوم کے بعض نقباء کو بھی ہمراہ لیجانے کا حکم ہوگا وہ ذرا پیچھے رہ گئے، حضرت موسیٰ شوق میں آگے بڑھے چلے گئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار! تیری خوشنودی کے لئے جلد حاضر ہوگیا۔ اور قوم بھی کچھ زیادہ دور نہیں یہ میرے پیچھے چلی آرہی ہے۔ کذا فی التفاسیر ویحتمل غیر ذلک واللہ اعلم۔

ف٥ یعنی تم تو ادھر آئے اور ہم نے تیری قوم کو ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا، جس کا سبب عالم اسباب میں سامری بنا ہے۔ کیونکہ اُسی کے اغواء و اضلال سے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں بچھڑا پوجنا شروع کردیا تھا۔ جس کا قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے۔ (تنبیہ) سامری کا نام بھی بعض کہتے ہیں موسیٰ تھا بعض کے نزدیک یہ اسرائیلی تھا بعض کے نزدیک قبطی۔ بہرحال جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا منافق تھا اور منافقین کی طرح فریب اور چالبازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا ابن کثیر کی روایت کے موافق کتب اسرائیلیہ میں اس کا نام ہارون ہے۔

ف٦ یعنی میرے اتباع میں تم کو دینی و دنیوی ہر طرح کی بھلائی پہنچے گی۔ چنانچہ بہت سی عظیم الشان بھلائیاں ابھی ابھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور جو باقی ہیں وہ بھی عنقریب ملنے والی ہیں۔ کیا اس وعدہ کو بہت زیادہ مدت گذر گئی تھی کہ تم پچھلے احسانات کو بھول گئے اور اگلے انعامات کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟ یا جان بوجھ کر تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ اور دین توحید پر قائم نہ رہ کر خدا کا غضب مول لیا (کذا فسّرہٗ ابن کثیر رحمہ اللہ) یا یہ مطلب لیا جائے کہ تم سے حق تعالیٰ نے تیس چالیس روز کا وعدہ کیا تھا کہ اتنی مدت موسیٰ علیہ السلام "طور" پر معتکف رہینگے، تب تورات شریف ملیگی۔ تو کیا بہت زیادہ مدت گذر گئی کہ تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے؟ اور گوسالہ پرستی اختیار کرلی، یا عمداً یہ حرکت کی ہے تا غضب الٰہی کے مستحق بنو۔ اور "أَخْلَفْتُم مَّوْعِدِي" سے مراد وہ وعدہ ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ آپ ہم کو خدا کی کتاب لادیجئے ہم اُسی پر عمل کیا کرینگے۔ اور آپکے اتباع پر مستقیم رہینگے۔

ف٧ یعنی ہم نے اپنے اختیار سے از خود ایسا نہیں کیا، یہ حرکت ہم سے سامری نے کرائی۔ صورت یہ ہوئی کہ قوم فرعون کے زیورات کا جو بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسے کیا کریں۔ وہ ہم نے باہمی مشورہ کے بعد اپنے سے اُتار پھینکا۔ اُسکو آگ میں پگھلا کر سامری نے ڈھال لیا اور بچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کردی۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ (تنبیہ) قوم فرعون کے یہ زیورات کس طرح بنی اسرائیل کے ہاتھ آئے تھے؟ یا اُن سے مستعار لئے تھے۔ یا مال غنیمت کے طور پر ملے یا اور کوئی صورت ہوئی۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی صورت بھی ہو، بنی اسرائیل اُنکا استعمال اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے، لیکن غضب ہے کہ اُس کا بُت بنا کر پوجنا جائز سمجھا۔

ف٨ یعنی موسیٰ سے بھول ہوئی کہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے لئے طور پر گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے یعنی یہی بچھڑا العیاذ باللہ۔ شاید یہ قول اُن میں سے سخت غالیوں کا ہوگا۔

ع ۱۳

لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ

اختیار نہیں رکھتا اُن کے بُرے کا اور نہ بھلے کا ف۱ اور کہا تھا اُن کو ہارون نے پہلے سے

يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾

اے قوم بات یہی ہے کہ تم بہک گئے اس بچھڑے سے، اور تمہارا رب تو رحمٰن ہے، سو میری راہ چلو اور مانو بات میری ف۲

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ

بولے ہم برابر اسی پر لگے بیٹھے رہیں گے جب تک لوٹ کر آئے ہمارے پاس موسیٰ ف۳ کہا موسیٰ نے

يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾

اے ہارون کس چیز نے روکا تجھ کو جب دیکھا تھا تو نے کہ وہ بہک گئے، کہ تو میرے پیچھے نہ آیا کیا تو نے رد کیا میرا حکم ف۴

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ

وہ بولا اے میری ماں کے جنے نہ پکڑ میری داڑھی اور نہ سر ف۵ میں ڈرا کہ تو کہے گا

فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ

پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں اور یاد نہ رکھی میری بات ف٦ کہا موسیٰ نے اب تیری کیا حقیقت ہے

يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ

اے سامری ف۷ بولا میں نے دیکھ لیا جو اوروں نے نہ دیکھا پھر بھر لی میں نے ایک مٹھی پاؤں کے

اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ

نیچے سے اُس بھیجے ہوئے کے پھر میں نے وہی ڈال دی اور یہی صلاح دی مجھ کو میرے جی نے ف۸ کہا موسیٰ نے

فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ

تو دُور ہو تیرے لئے زندگی بھر تو اتنی سزا ہے کہ کہا کرے مت چھیڑو ف۹ اور تیرے واسطے

مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ

ایک وعدہ ہے وہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا ف۱۰ اور دیکھ اپنے معبود کو جس پر تمام دن تو معتکف رہتا تھا

لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ

ہم اُسکو جلا دینگے، پھر بکھیر دینگے دریا میں اُڑا کر ف۱۱ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا

ف۱ یعنی اندھوں کو اتنی موٹی بات بھی نہیں سُوجھتی کہ جو مورتی نہ کسی سے بات کر سکے نہ کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچانے کا اختیار رکھے، وہ معبود یا خدا کس طرح بن سکتی ہے۔ ف۲ یعنی حضرت ہارون نرمی سے زبانی فہمائش کر چکے تھے کہ جس بچھڑے پر تم مفتون ہو رہے ہو، وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا پروردگار اکیلا رحمان ہے جس نے اب تک خیال کرو کس قدر رحمتوں کی بارش تم پر کی ہے۔ اُسے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو۔ میں موسیٰ کا جانشین ہوں اور خود نبی ہوں۔ اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو لازم ہے کہ میری راہ چلو اور میری بات مانو۔ سامری کے اغوا میں مت آؤ۔ ف۳ یعنی موسیٰ کے واپس آنے تک تو ہم اس سے ٹلتے نہیں اُنکے آنے پر دیکھا جائیگا جو کچھ مناسب معلوم ہوگا کرینگے۔ ف٤ یعنی میں تم کو اپنا خلیفہ بنا کر اور حکم کر کے گیا تھا کہ میری غیبت میں انکی اصلاح کرنا اور مفسدین کے راستہ پر نہ چلنا۔ پھر تم نے کیا اصلاح کی؟ کیوں اپنے موافقین کو ساتھ لے کر ان گوسالہ پرستوں کا سختی سے مقابلہ نہ کیا؟ اگر یہ نہ ہو سکتا تھا تو ان سے منقطع ہو کر میرے پاس کیوں نہیں چلے آئے؟ غرض تم نے ایسی صریح گمراہی کو دیکھ کر میرے طریق کار کی پیروی کیوں نہیں کی؟

ف۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرطِ جوش میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے تھے۔ اس کی مفصل بحث سورۂ اعراف کے فوائد میں گذر چکی۔

ف٦ یعنی میری سمجھ میں یہی آیا کہ تمہارے آنے کا انتظار کرنا اس سے بہتر ہے کہ تمہارے پیچھے کوئی ایسا کام کروں جس سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر مقابلہ یا انقطاع ہوتا تو کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے اور بہت سے مخالف رہتے۔ مجھے ڈر ہوا کہ تم آکر یہ الزام نہ دو کہ میرا انتظار کیوں نہ کیا؟ اور قوم میں ایسا تفرقہ کیوں ڈالدیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "چلتے وقت موسیٰ ہارون کو نصیحت کر گئے تھے کہ سب کو متفق رکھیو۔ اِس لئے انہوں نے بچھڑا پوجنے والوں کا مقابلہ نہ کیا۔ زبان سے البتہ سمجھایا وہ نہ سمجھے" بلکہ اُن کے قتل پر تیار ہونے لگے وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ۔

ف۷ ادھر سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو ڈانٹ بتلائی اور فرمایا کہ اب تو اپنی حقیقت بیان کر۔ یہ حرکت تو نے کس وجہ سے کی؟ اور کیا اسباب پیش آئے کہ بنی اسرائیل تیری طرف جھک پڑے۔

ف۸ سامری نے کہا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی یعنی خدا کے بھیجے ہوئے فرشتہ (جبریل) کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ شاید یہ اُس وقت ہوا ہو جب بنی اسرائیل دریا میں گھسے اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر گھسا اُس حالت میں جبریل دونوں جماعتوں کے درمیان میں کھڑے ہو گئے تا ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دیں۔ بہر حال سامری نے کسی محسوس دلیل سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بنا پر سمجھ لیا کہ یہ جبریل ہیں اُن کے پاؤں یا اُنکے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹھی بھر مٹی اُٹھا لی۔ وہ ہی اب سونے کے بچھڑے میں ڈال دی۔ کیونکہ اُس کے جی میں یہ بات آئی کہ روح القدس کی خاک پا میں یقیناً کوئی خاص تاثیر ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے، اُس میں مٹی پڑی برکت کی، حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح کی روح اور آواز اُس میں ہو گئی"۔ ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہئے۔ اسی سے بُت پرستی بڑھتی ہے۔ (تنبیہ) آیت کی جو تفسیر اُوپر بیان ہوئی، صحابہ و تابعین اور علمائے مفسرین سے یہ ہی منقول ہے بعض زائغین نے اس پر جو طعن کئے ہیں اور آیت کی دور از صواب تاویلیں کی ہیں، اُن کا کافی جواب صاحب روح المعانی نے دیا ہے۔ یہاں اس قدر بسط کا موقع نہیں۔ من شاء فلیراجعہ۔

ف۹ یعنی مجھے ہاتھ مت لگاؤ مجھ سے علیحدہ رہو، چونکہ اُس نے بچھڑے کا ڈھونگ بنایا تھا حُبِ جاہ و ریاست سے کہ لوگ اُسکے ساتھ ہوں اور سردار مانیں اُسکے مناسب سزا ملی کہ کوئی پاس نہ بھٹکے، جو قریب جائے وہ خود دُور رہنے کی ہدایت کر دے۔ اور دنیا میں بالکل ایک ذلیل، اچھوت اور وحشی جانور کی طرح زندگی گذارے۔ ف۱۰ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "دنیا میں اُسکو یہی سزا ملی کہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا۔ اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اُس سے تو دونوں کو تپ چڑھتی، اسی لئے لوگوں کو دُور دُور کرتا۔ اور یہ جو فرمایا کہ ایک وعدہ ہے جو خلاف نہ ہوگا۔ شاید مُراد عذاب آخرت ہے اور شاید دجّال کا نکلنا، وہ بھی یہود میں سامری کے فساد کی تکمیل کریگا۔ جیسے ہمارے پیغمبر مال بانٹتے تھے، ایک شخص نے کہا انصاف سے بانٹو۔ فرمایا "اُس کی جنس کے لوگ نکلیں گے"، وہ خارجی نکلے کہ اپنے پیشواؤں پر لگے اعتراض پکڑنے، جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے ایسا ہی ہے"۔ ف۱۱ یعنی تیری سزا تو یہ ہوئی۔ اب تیرے جھوٹے معبود کی قلعی بھی کھولے دیتا ہوں جس بچھڑے کو تو نے خدا بنایا اور دن بھر وہاں دل جمائے بیٹھا رہتا تھا، ابھی تیری آنکھوں کے سامنے توڑ پھوڑ کر اور جلا کر راکھ کر دُونگا۔ پھر راکھ کو دریا میں بہا دونگا۔ تا اُسکے پجاریوں کو خوب واضح ہو جائے کہ وہ دوسروں کو تو کیا نفع نقصان پہنچا سکتا، خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ

کسی کی بندگی نہیں سب چیز سما گئی ہے اُس کے علم میں ف۱ یوں سناتے ہیں ہم تجھ کو اُن کے

اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَیْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ

احوال جو پہلے گذر چکے ف۲ اور ہم نے دی تجھ کو اپنے پاس سے پڑھنے کی کتاب ف۳ جو کوئی منہ پھیر لے

عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ

اُس سے سو وہ اُٹھائیگا دن قیامت کے ایک بوجھ سدا رہیں گے اُس میں اور بُرا ہے اُنپر

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ

قیامت میں وہ بوجھ اُٹھانیکا ف۴ جس دن پھونکیں گے صور میں اور گھیر لائینگے ہم گناہگاروں کو

یَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾

اُس دن نیلی آنکھیں ف۵ چپکے چپکے کہتے ہونگے آپس میں تم نہیں رہے مگر دس دن ف۶

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ

ہم کو خوب معلوم ہے جو کچھ کہتے ہیں ف۷ جب بولیگا اُن میں اچھی راہ روش والا تم نہیں رہے

اِلَّا یَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾

مگر ایک دن ف۸ اور تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کا حال سو تو کہہ اُن کو بکھیر دیگا میرا رب اُڑا کر

فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾

پھر کر چھوڑیگا زمین کو صاف میدان نہ دیکھے تو اُس میں موڑ اور نہ ٹیلا ف۹

یَوْمَىِٕذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

اُس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے ٹیڑھی نہیں جس کی بات ف۱۰ اور دب جائینگی آوازیں

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ یَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ

رحمٰن کے ڈر سے پھر تو نہ سُنے گا مگر کھس کھسی آواز ف۱۱ اُس دن کام نہ آئیگی سفارش مگر جس کو

اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ

اجازت دی رحمٰن نے اور پسند کی اُس کی بات ف۱۲ وہ جانتا ہے جو کچھ ہے اُن کے آگے

ف۱ باطل کو مٹانے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حق کی طرف بلاتے جاتے ہیں یعنی بچھڑا تو کیا چیز ہے کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی معبود نہیں بن سکتی، سچا معبود تو وہ ہی ایک ہے جسکے سوا کسی کی بندگی عقلاً و نقلاً و فطرةً روا نہیں اور جس کا لامحدود علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔ ف۲ یعنی موسیٰ و فرعون کی طرح اور بہت سی گذشتہ اقوام کے واقعات ہم تجھ کو اور تیرے ذریعہ سے تمام دنیا کو سناتے رہتے ہیں جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً علم کی توفیر، معجزات کی تکثیر، پیغمبر اور مسلمانوں کی تسلی عقلمندوں کے لئے عبرت و تذکیر اور معاندین کے حق میں تہدید و ترہیب کا سامان ہوتا ہے۔

ف۳ یعنی قرآن کریم جو اِن عبرت آموز واقعات و حقائق پر مشتمل ہے۔

ف۴ یعنی اعراض و تکذیب سے جو گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن اُن پر لادا جائیگا کبھی ہلکا نہ ہوگا۔ ہمیشہ اُس کے نیچے دبے رہیں گے۔ پھر اُس کا اُٹھانا کوئی ہنسی کھیل نہیں جب اُٹھائینگے تو پتہ چلیگا کہ کیسے بُرے اور سخت بوجھ کے نیچے دبائے گئے ہیں۔

ف۵ یعنی محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہونگے۔ یا شاید یوں ہی آنکھیں نیلی ہوں بدنمائی کے واسطے، بہرحال اگر پہلے معنی لئے جائیں تو یہ ایک خاص وقت کا ذکر ہے۔ پھر آنکھیں کھول دی جائینگی تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ وَرَاَی الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ الآیۃ (الکہف۔ رکوع ۷) اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا (مریم۔ رکوع ۲)

ف۶ یعنی آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئیگا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہوگئی یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی اُمیدیں سب بھول جائینگے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی۔ یا شاید معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے یعنی دنیا میں بہت ہی کم ٹھہرنا ہوا۔ موقع نہ ملا کہ آخرت کے لئے کچھ سامان کرتے جیسے دوسری جگہ فرمایا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ۔ الی آخرہ (روم۔ رکوع ۶)

ف۷ یعنی چپکے کہنا ہم سے نہیں چھپتا۔ وہ آپس میں جو سرگوشیاں کرینگے ہم کو خوب معلوم ہیں۔

ف۸ یعنی جو اُن میں زیادہ عقلمند، صائب الرائے اور ہوشیار ہوگا وہ کہے گا کہ میاں دس دن بھی کہاں؟ صرف ایک ہی دن سمجھو۔ اس کو زیادہ عقلمند اور اچھی راہ روش والا اس لئے فرمایا کہ دنیا کے زوال و فنا اور آخرت کی بقاء و دوام اور شدت ہول کو اُس نے دوسروں سے زیادہ سمجھا۔

ف۹ یعنی قیامت کے ذکر پر منکرین حشر استہزاءً کہتے ہیں کہ ایسے ایسے سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حشر ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائینگے؟ اُس کا جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے ان سب کو ذرا سی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دُھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں اُڑا دیا جائیگا اور زمین بالکل صاف و ہموار کر دیجائیگی جس میں کچھ اینچ پینچ اور اُونچ نیچ نہ رہیگی پہاڑوں کی رُکاوٹیں ایک دم میں صاف کر دیجائیں گی۔

ف۱۰ یعنی جدھر فرشتہ آواز دیگا یا جہاں بُلائے جائینگے سیدھے تیر کی طرح اُدھر دوڑے جائینگے۔ نہ بُلانیوالے کی بات ٹیڑھی ہوگی اور نہ دوڑنے والوں میں کچھ ٹیڑھا ترچھا پن رہیگا۔ کاش یہ لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے جھپٹتے تو وہاں کام آتا۔ پر یہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے۔

ف۱۱ یعنی محشر کی طرف چلنے کی کھسکھساہٹ کے سوا اُس وقت رحمان کے خوف و ہیبت کے مارے کسی کی آواز نہ سنائی دیگی، اگر کوئی کچھ کہیگا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کرتے ہوں۔

ف۱۲ یعنی اُس کی سفارش چلیگی جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت ملے اُس کا بولنا خدا کو پسند ہو۔ اور بات ٹھکانے کی کہے اور ایسے شخص کی سفارش کرے جس کی بات (لا الٰہ الا اللہ) خدا کو پسند آچکی ہے کافر کے حق میں کوئی سعی سفارش نہیں چلے گی۔

ف۱ یعنی خدا کا علم سب کو محیط ہے لیکن بندوں کا علم اُس کو یا اُس کی معلومات کو محیط نہیں۔ اس لئے وہ ہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہیئے۔

ف۲ یعنی اُس روز بڑے بڑے سرکش متکبروں کے سر بھی علانیہ اسی حی و قیوم کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح جھکے ہوں گے جنہوں نے کبھی خدا کے آگے پیشانی نہ ٹیکی تھی اس وقت بڑی عاجزی سے گردن جھکائے چلے آئینگے۔

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ط

اور پیچھے اور یہ قابو میں نہیں لا سکتے اُسکو دریافت کر کر ف۱ اور رگڑتے ہیں منہ آگے اس جیتے ہمیشہ رہنے والیکے ف۲

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور خراب ہوا جس نے بوجھ اُٹھایا ظلم کا ف۳ اور جو کوئی کرے کچھ بھلائیاں، اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو

فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ

سو اُس کو ڈر نہیں بے انصافی کا اور نہ نقصان پہنچنے کا ف۴، اور اسی طرح اُتارا ہم نے قرآن عربی زبان کا اور

صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

پھیر پھیر کر سنائی ہمنے اُس میں ڈرانے کی باتیں تاکہ وہ پرہیز کریں یا ڈالے اُن کے دل میں سوچ ف۵

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى

سو بلند درجہ اللہ کا اُس سچے بادشاہ کا ف۶ اور تو جلدی نہ کر قرآن کے لینے میں جب تک پورا نہ ہو چکے

اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ

اُس کا اُترنا اور کہہ اے رب زیادہ کر میری سمجھ ف۷ اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے

قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ ع وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

پہلے پھر بھول گیا، اور نہ پائی ہم نے اُس میں کچھ ہمت ف۸ اور جب کہا ہمنے فرشتوں کو سجدہ کرو

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ

آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے، مگر نہ مانا ابلیس نے پھر کہہ دیا ہم نے اے آدم یہ دشمن تیرا ہے

وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ

اور تیرے جوڑے کا سو نکلوا نہ دے تم کو بہشت سے، پھر تو پڑ جائے تکلیف میں ف۹ تجھ کو یہ ملا ہے کہ نہ بھوکا ہو تو

فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ

اُس میں اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ پیاس کھینچے تو اُس میں اور نہ دھوپ ف۱۰ پھر جی میں ڈالا اُسکے

الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾

شیطان نے کہا اے آدم میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا زندہ رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو ف۱۱

ف۳ یعنی ظالم کا حال کچھ نہ پوچھو کیسا خراب ہوگا۔ ظلم کے لفظ میں شرک اور دوسرے معاصی بھی داخل ہیں۔ جیسے فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان رکوع ۲) اور وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الخ (آل عمران۔ رکوع ۱۴) ہر ایک ظالم کی خرابی اُس کے درجۂ ظلم کے موافق ہوگی۔

ف۴ بے انصافی یہ کہ کوئی نیکی ضائع کر دی جائے یا ناکردہ گناہ پکڑا جائے۔ اور نقصان پہنچنا یہ کہ استحقاق سے کم بدلہ دیا جائے۔

ف۵ یعنی جیسے یہاں محشر کے احوال اور نیک و بد کے نتائج صاف صاف سُنا دیے اسی طرح ہم نے پورا قرآن صاف زبان عربی میں نازل کیا تا جو لوگ اس کے اولین مخاطب ہیں اُس کو پڑھکر خدا سے ڈریں۔ اور تقویٰ کی راہ اختیار کریں اور اتنا نہ ہو تو کم از کم اُن کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے۔ ممکن ہی یہ ہی سوچ اور غور و فکر آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے اور اُنکے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت ہو۔

ف۶ جس نے ایسا عظیم الشان قرآن اُتارا، اور اپنی رعایا کو ایسی سچی اور کھری باتیں اُنکے فائدہ کے لئے سُنائیں۔

ف۷ یعنی جب قرآن ایسی مفید و عجیب چیز ہی تو جس طرح ہم اُس کو بتدریج آہستہ آہستہ اتارتے ہیں، تم بھی اُس کو جبریل سے لینے میں جلدی نہ کیا کرو۔ جس وقت فرشتہ وحی پڑھ کر سنائے، تم عجلت کر کے اُس کے ساتھ ساتھ نہ پڑھو۔ ہم ذمہ لے چکے ہیں کہ قرآن تمہارے سینے سے نکلنے نہ پائیگا۔ پھر اس فکر میں کیوں پڑتے ہو کہ کہیں بھول نہ جاؤں اس فکر کے بجائے یوں دعاء کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرمائے۔ دیکھو آدم نے ایک چیز میں بے موقع تعجیل کی تھی اُس کا انجام کیا ہوا حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ "جبریل جب قرآن لاتے حضرت اُنکے پڑھنے کے ساتھ آپ بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاؤں، اس کو پہلے منع فرمایا تھا سورۂ قیامۃ میں " لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ "، اور تسلی کر دی تھی کہ اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ہمارے ذمہ ہی لیکن بندہ بشر ہے، شاید بھول گئے ہوں اس لئے پھر اس آیت سے تقید کیا اور بھولنے پر آگے مثل بیان فرمائی آدم کی"۔

ف۸ وہ ہی جو دانہ کھا لیا تھا۔ بھول گئے، یعنی قائم نہ رہے، آگے اس قصّہ کی قدرے تفصیل ہے۔

ف۹ ظاہر ہے بہشت کا آرام دوسری جگہ کہاں مل سکتا ہے۔ آخر کھانے پہننے، رہنے سہنے کی تدبیریں کرنی پڑینگی۔

ف۱۰ انسان کی یہ ہی بڑی ضرورتیں ہیں، کھانا، پینا، پہننا اور رہنے کے لئے مکان جس میں دھوپ بارش کا بچاؤ ہو۔ جنت میں اس طرح کی کوئی تکلیف نہیں۔ ہر طرح راحت ہی راحت ہے۔ ع بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ یہاں راحت کا ذکر نہیں کیا۔ صرف تکلیفوں کی نفی کی شاید متنبہ کرنے کے لئے کہ یہاں سے نکلے تو ان سب چیزوں کی تکلیف اُٹھاؤ گے۔

ف۱۱ یعنی ایسا درخت بتاؤں جس کے کھانے سے کبھی موت نہ آئے اور لازوال بادشاہت ملے۔

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

پھر دونوں نے کھالیا اُسمیں سے، پھر کھل گئیں اُنپر اُنکی بُری چیزیں، اور لگے گانٹھنے اپنے اُوپر پتے

الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ

بہشت کے ف۱ اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا، پھر نوازدیا اُس کو اُس کے رب نے، پھر متوجہ ہوا اُس پر اور

هَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا

راہ پر لایا ف۲ فرمایا اُترو یہاں سے دونوں اکٹھے رہو ایک دوسرے کے دشمن ف۳ پھر اگر

يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

پہنچے تم کو میری طرف سے ہدایت ف۴ پھر جو چلا میری بتلائی راہ پر سو نہ وہ بہکے گا اور نہ وہ تکلیف میں پڑیگا ف۵

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اُس کو ملنی ہے گذران تنگی کی ف۶ اور لاوینگے ہم اُسکو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾

دن قیامت کے اندھا ف۷ وہ کہیگا اے رب کیوں اُٹھا لایا تو مجھ کو اندھا اور میں تو تھا دیکھنے والا ف۸

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَ

فرمایا یونہی پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں، پھر تو نے اُنکو بھلا دیا، اور اسی طرح آج تجھ کو بھلا دینگے ف۹ اور

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ

اسی طرح بدلہ دینگے ہم اُسکو جو حد سے نکلا اور یقین نہ لایا اپنے رب کی باتوں پر ف۱۰ اور آخرت کا

الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

عذاب سخت ہے اور بہت باقی رہنے والا ف۱۱ سو کیا اُن کو سمجھ نہ آئی اس بات سے کہ کتنی غارت کردیں ہمنے اُن سے پہلے

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي

جماعتیں یہ لوگ پھرتے ہیں اُن کی جگہوں میں ف۱۲ اس میں خوب نشانیاں ہیں

النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ

عقل رکھنے والوں کو، اور اگر نہ ہوتی ایک بات کہ نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو ضرور ہو جاتی مٹھ بھیڑ اور

ف۱ یہ سب قصہ سورۂ اعراف وغیرہ میں مفصل گذر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد میں ہم اس کے اجزاء پر نہایت کافی وشافی کلام کر چکے ہیں۔ ف۲ یعنی جب حکم الٰہی کے امتثال میں غفلت وکوتاہی ہوئی تو اپنی شان کے موافق عزم واستقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے۔ اسی کو غوایت وعصیان سے تغلیظاً تعبیر فرمایا ہے بقاعدہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" اس کی بحث بھی پہلے گذر چکی۔ یعنی شیطان کا تسلط نہیں ہونے دیا، بلکہ فوراً توبہ کی توفیق بخشی، خلعت قبول سے نوازا، اور بیش از بیش مہربانی سے اُس کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر قائم کر دیا۔

ف۳ اگر یہ خطاب صرف آدم وحوا کو ہے تو یہ مراد ہوگی کہ اُن کی اولاد آپس میں ایک دوسرے کی دشمن رہیگی۔ جیسا رفاقت کر کے گناہ کیا تھا اُس رفاقت کا بدلہ یہ ملا کہ اولاد آپسمیں دشمن ہوئی اور اگر خطاب آدم وابلیس کو ہے تو یہ مطلب ہوگا کہ دونوں کی ذریت میں یہ دشمنی برابر قائم رہیگی۔ شیاطین ہمیشہ بنی آدم کو ضرر پہنچانے کی کوشش کرینگے۔

ف۴ یعنی نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ سے۔

ف۵ یعنی نہ جنت کے راستہ سے بہکے گا نہ اُس سے محروم ہو کر تکلیف اُٹھائیگا۔ جس وطن اصلی سے نکل کر آیا تھا، بے کھٹکے پھر وہیں جا پہنچے گا۔

ف۶ جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلہ مقصود سمجھ بیٹھا ہے، اُس کی گذران مکدّر اور تنگ کر دی جاتی ہے۔ گو دیکھنے میں اُسکے پاس بہت کچھ مال ودولت اور سامان عیش وعشرت نظر آئیں۔ مگر اُس کا دل قناعت وتوکل سے خالی ہونے کی بناء پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔ کسی وقت ننانوے کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا، موت کا یقین اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہان روح رہتے ہیں۔ یورپ کے اکثر متنعّمین کو دیکھ لیجئے۔ کسی کو رات دن میں دو گھنٹے، اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہوتا ہوگا۔ بڑے بڑے کروڑپتی دنیا کے مخمصوں سے تنگ آکر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یاد الٰہی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"۔ لیکن ع ذوق این بادہ ندانی بخدا تانہ چشی۔ بعض مفسرین نے "معیشۃ ضنک" کے معنی لئے ہیں وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہوسکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے اُس کا سارا مال ودولت اور سامان عیش وتنعم آخرکار اُس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو۔ اُسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے بعض مفسرین نے "مَعِيْشَةً ضَنْكًا" سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے یعنی قیامت سے پہلے اُس پر سخت تنگی کا ایک دور آئیگا جبکہ قبر کی زمین بھی اُس پر تنگ کر دیجائیگی۔ "معیشۃ ضنک" کی تفسیر عذاب قبر سے بعض صحابہ نے کی ہے بلکہ بزار نے باسناد جید ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہرحال "مَعِيْشَةً ضَنْكًا" کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہوسکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

ف۷ یعنی آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائیگا۔ اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ کسی حجت کی طرف رستہ نہ پائے گا۔ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائینگی۔ تا دوزخ وغیرہ اہوال محشر کا معائنہ کرے۔

ف۸ یعنی جو کافر دنیا میں ظاہری آنکھیں رکھتا تھا تعجب سے سوال کریگا کہ آخر مجھ سے کیا قصور ہوا جو آنکھیں چھین لی گئیں۔ ف۹ یعنی دنیا میں ہماری آیات دیکھ سُن کر یقین نہ لایا نہ اُن پر عمل کیا۔ ایسا بھولا رہا کہ سب سنی اَن سُنی کر دی۔ آج اُسی طرح تجھ کو بھلایا جا رہا ہے۔ جیسے وہاں اندھا بنا رہا تھا، یہاں اُسی کے مناسب سزا ملنے اور اندھا کر کے اُٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے۔ ف۱۰ یعنی اسی طرح ہر ایک مجرم کو اُسکے مناسب حال سزا دیجائیگی۔ ف۱۱ اس لئے بڑی حماقت ہوگی کہ یہاں کی تکلیف سے گھبرائیں اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر نہ کریں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی یہ عذاب اندھا ہونے کا حشر میں ہے اور دوزخ میں اور زیادہ"۔ ف۱۲ یعنی آخرت میں جو سزا ملیگی اگر اُس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے ان ہی مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر وطغیان کی بدولت تباہ کی جا چکی ہیں جن کے افسانے لوگوں کی زبان پر باقی ہیں اور جن میں سے بعض کے کھنڈرات پر ملک شام وغیرہ کا سفر کرتے ہوئے خود اُن کا گذر بھی ہوتا ہے جنہیں دیکھ کر اُن غارت شدہ قوموں کی یاد تازہ ہو جانا چاہئے کہ کس طرح انہی مکانوں میں چلتے پھرتے ہلاک کر دیئے گئے۔

ف یعنی حق تعالیٰ کی رحمت غضب پر سابق ہے۔ اسی لئے مجرم کو دیر تک اصلاح کا موقع دیتے ہیں اور پوری طرح اتمام حجت کئے بدون ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ اس اُمّت کے متعلق تو یہ بھی فرمادیا ہے "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ الخ" اور اپنی خاص مہربانی سے عذاب عام مستاصل کو اس امت سے اُٹھالیا ہے۔ یہ بات ہے جو تیرے رب کی طرف سے نکل چکی اگر یہ نہ ہوتی اور ہر ایک مجرم قوم کے عذاب کا ایک خاص وقت مقرر نہ ہوتا تو لازمی طور پر ان کو عذاب آگھیرتا۔ کیونکہ ان کا کفر و شرارت اسی کو مقتضی ہے کہ فوراً ہلاک کر دیئے جائیں۔ صرف مصالح مذکورہ بالا مانع ہیں جن سے اس قدر توقف ہو رہا ہے۔ آخر قیامت میں عذاب عظیم کا مزا چکھنا پڑیگا۔ اور جب وقت آئیگا تو دنیا میں بھی اُس گھمسان کا نمونہ دیکھ لینگے۔ چنانچہ بدر میں مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیا۔ ف۲ یعنی عذاب اپنے وقت پر ہو کر رہیگا تاخیر و امہال کو دیکھ کر یہ لوگ جو کچھ بکیں بکنے دو۔ آپ فی الحال ان کی باتوں کو سنتے رہیئے اور صبر و سکون سے آخری نتیجہ کا انتظار کیجئے۔ اِن کے کلمات کفر پر حد سے زیادہ مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ف۳ یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہوئیں یعنی احمقوں اور شریروں کی باتوں پر دھیان نہ کرو۔ صبر و سکون کے ساتھ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ کیونکہ خدا کی مدد صبر و صلوٰۃ دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" ف۴ اس میں مغرب و عشاء بلکہ بعض تفاسیر کے موافق نماز تہجد بھی داخل ہے۔ ف۵ یہ ظہر کی نماز ہوئی، کیونکہ اُس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کی حدیں ملتی ہیں۔ بلکہ صحاح و قاموس وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ "طرف" "طائفۃ من الشیٔ" یعنی کسی شئے کے حصّہ کو کہتے ہیں۔ خاص حد اور کنارہ کے معنی نہیں اس صورت میں نہار کو جنس مان کر ہر دن کا ایک خاص حصّہ مراد ہو سکتا ہے، جہاں دن کی تنصیف ہوتی ہے۔

اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

اگر نہ ہوتا وعدہ مقرر کیا گیا ف۱ سو تو سہتا رہ جو وہ کہیں ف۲ اور پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ

سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے ف۳ اور کچھ گھڑیوں میں رات کی پڑھا کر ف۴

وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا

اور دن کی حدوں پر ف۵ شاید تو راضی ہو ف۶ اور مت پسار اپنی آنکھیں اُس چیز پر جو

مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ

فائدہ اُٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کے جانچنے

فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ

کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی، ف۷ اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور

اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ

خود بھی قائم رہ اُس پر ف۸ ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور انجام بھلا ہے

لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ

پرہیزگاری کا ف۹ اور لوگ کہتے ہیں یہ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب سے ف۱۰ کیا پہنچ نہیں چکی اُن کو

بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ

نشانی اگلی کتابوں میں کی ف۱۱ اور اگر ہم ہلاک کر دیتے اُن کو کسی آفت میں

مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

اس سے پہلے تو کہتے اے رب کیوں نہ بھیجا ہم تک کسی کو پیغام دیکر کہ ہم چلتے تیری کتاب پر

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ

ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تو کہہ ہر کوئی راہ دیکھتا ہے سو تم بھی راہ دیکھو

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع

آئندہ جان لوگے کون ہیں سیدھی راہ والے اور کس نے راہ پائی ف۱۲

ف۶ یعنی ایسا طرز عمل رکھو گے تو ہمیشہ دنیا و آخرۃ میں راضی رہو گے۔ اس عمل کا بڑا بھاری اجر ملیگا اور اُمّت کی مدد ہوگی دنیا میں اور بخشش ہوگی آخرت میں آپ کی سفارش سے جسے دیکھ کر آپ خوش ہونگے۔

ف۷ یعنی دنیا میں قسم قسم کے کافروں مثلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین، مجوس وغیرہ کو ہم نے عیش و تنعم کے جو سامان دیے ہیں اُنکی طرف آپ کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے، جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے دائے پیغمبر! آپکے لئے مقدر کی ہے مثلاً قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیمہ، رفع ذکر اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اُسکے سامنے اِن فانی اور حقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے۔ آپکے حصّہ میں جو دولت آئی وہ انکی دولتوں سے کہیں بہتر ہے اور بذات خود یا اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بہر حال آپ نہ انکی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ اِن کے ساز و سامان اور مال و دولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں۔

ف۸ یعنی اپنے متعلقین اور اتباع کو بھی نماز کی تاکید فرماتے رہیئے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو (عادت ڈالنے کے لئے) نماز پڑھواؤ۔ جب دس برس کا ہو تو مار کر پڑھاؤ۔

ف۹ دنیا میں مالک غلاموں سے روزی کمواتے ہیں۔ وہ مالک بندگی چاہتا ہے اور غلاموں کو روزی آپ دیتا ہے (کذا فی الموضح) غرض ہماری نماز سے اس کا کچھ فائدہ نہیں، البتہ ہمارا فائدہ ہے کہ نماز کی برکت سے بے غائلہ روزی ملتی ہے "وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (طلاق رکوع ۱) اسی لئے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کر دو۔ نماز بہر حال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچانے والا وہ ہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں الحاصل کسبِ معاش کے اُن ذرائع کا خدا تعالیٰ نے حکم نہیں دیا جو ادائے فرائض عبودیت میں مخل و مزاحم ہوں۔ انسان کو چاہیئے کہ پرہیزگاری اختیار کرے۔ انجام کار دیکھ لیگا کہ خدا کس طرح اُسکی مدد کرتا ہے۔

ف۱۰ یعنی کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں دکھلاتے جسکے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ورنہ اس روز روز کی تہدید و تخویف سے کیا فائدہ۔

ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اگلی کتابوں میں خبر ہے رسول آخر الزماں کی۔ یا یہ معنی کہ پہلے پیغمبروں کی نشانی کافی ہے۔ یہ پیغمبر بھی اصولاً اُن ہی باتوں کا تقید کرتا ہے کوئی انوکھی بات نہیں کہتا۔ یا یہ نشانی کہ اگلی کتابوں کے موافق واقعات بیان کرتا ہے" اور بہترین تفسیر میرے نزدیک وہ ہے جو ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کی یعنی یہ لوگ ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں لایا۔ کیا اور سینکڑوں نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان یہ قرآن اُنکے پاس نہیں آچکا جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور اُنکی صداقت کیلئے بطور حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا اعجاز آفتاب سے زیادہ روشن ہے "وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ" (عنکبوت۔ رکوع ۵) ف۱۲ یعنی ایسا عظیم الشان نشان دیکھنے کے بعد تو کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہ لایا۔ اور فرض کرو ہم یہ نشان نہ دکھاتے، یعنی قرآن نازل نہ کرتے، بس انزال کتاب اور ارسال رسول سے پہلے ہی کفر و شرک کی سزا میں اُن کو دھر گھسیٹتے، تو شور مچاتے کہ صاحب! سزا دینے سے پیشتر ہمارے پاس کوئی کتاب اور سمجھانے والا تو بھیجنا تھا کہ ہم کو ذلت و رسوائی اُٹھانے سے قبل آگاہ کر دیتا۔ پھر دیکھتے کہ ہم آپکے کہنے پر کیسا چلتے۔ غرض قرآن نہ آتا تو یوں کہتے، اب آیا تو اُسے چھوڑ کر دوسری من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان کا مقصود ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں فضول حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ سو خیر ان سے کہہ دو کہ ہم اور تم دونوں انتظار کرتے ہیں کہ عنقریب پردۂ غیب سے کیسا مستقبل سامنے آتا ہے۔ اُس وقت سب حقیقت آشکارا ہو جائیگی کہ کس جماعت کا راستہ سیدھا ہے؟ اور کون اُس راستہ پر ٹھیک چل رہا ہے؟ تم سورۃ طٰهٰ بتوفیقہ وعونہ فللّٰہ الحمد اولاً و آخراً۔ وعلیٰ نبیہ الصلوٰۃ والتسلیم وافراً متکاثراً۔